اصلاح کے اہم نسخے

(افادات)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا حکیم ذکی الدین صاحبؒ پرنامبٹی

خلیفہ ومجاز مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادیؒ

خلیفہ ومجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور دربھنگہ (بہار)

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اصلاح کے اہم نسخے

افادات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی

کمپیوٹر و کتابت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عبد اللہ علاء الدین قاسمی

صفحات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ 146

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سنہ اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ 2020

قیمت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملنے کے پتے

☆ خانقاہ اشرفیہ و مکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور دربھنگہ (بہار)

☆ مولانا عبد المجید صاحب قاسمی، صدر: دار العلوم محمودیہ سلطانپوری (نئی دہلی)

☆ قاری عبد الجبار صاحب استاذ: دار العلوم محمودیہ سلطانپوری (نئی دہلی)

☆ قاری عبد العلام صاحب نزد مدینہ مسجد پورانی سیماپوری (نئی دہلی)

☆ قاری مطیع الرحمان صاحب اتوار بازار نزد مدینہ مسجد اگر نگر مبارک پور (نئی دہلی)

Mobile:7654132008/7428151390/9674661519

Pulbisher :

KHANQUAH E ASHRAFIA M.R.A

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات وتالیفات امت کے خاص وعام تمام طبقات کے لئے نعمت ہائے غیر مترقبہ سے کم درجہ کی حامل نہیں، خاکسار نے طریقت وروحانیت کے باب میں آپ کے علوم وحکم سے استفادہ کرنے کا ادنیٰ مذاق قدرت کی طرف سے ہی پایا ہے، بعض دفعہ راقم کو شرح صدر ہوجاتا ہے کہ حضرت کے فلاں عنوان سے یا فلاں کتاب سے طالبین وقارئین کو نفع ہوسکتا ہے اور ماضی کا روشن تجربہ بھی اس کا شاہد ہے کہ جب بھی ناچیز نے آپ کے ملفوظات یا مواعظ کے کسی پہلو پر قلم اٹھایا قدرت کی طرف سے پوری رہبری ہوئی، ہزار نزاکتوں کے باوجود تصوف وطریقت کے خارزاروں میں اب تک کہیں آبلہ پائی کا شکار نہیں ہونا پڑا، قوی امید ہے کہ یہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وروحانی کرامتوں کا ہی حصہ ہو، ہمہ وقت اور ہر لمحہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی نداء غیبی میرے دل ودماغ کو دستک دے رہی ہے کہ حضرتؒ کی یہ بات نقل کرو یہ مضمون نقل کرو اور بعجلت تمام تشنگان محبت الٰہی تک پہنچادو، اجڑی ہوئی زندگی اور ویرانی حیات کی تعمیر کا سامان کرو اور حضرت کے نور افشاں قلم گہربار سے نکلے ہوئے ہدایات کے موتیوں کو بازار عشق میں بھیج دو تاکہ سچے اور پکے خریداروں کے طفیل میں ناواقف بھی ان کی قیمت کو جان

کر فائدہ اٹھانے کے لئے آمادہ ہوجائیں اور ہر فرد بشر کو یہ اذعان ویقین ہوجائے کہ میرے مرض کا مداوا اسی سے ہوگا، میرے قلب کی بنجر زمین میں شادابی اسی سے ہوگی، میرے کشت زار قلب وروح کو اسی سے اصل کھاد ملے گی، یہیں سے میری دینی ودنیوی زندگی کو صحیح سمت ملے گی، زندگی میں کوئی بڑا انقلاب برپا ہوگا تو یہیں سے ہوگا، کیونکہ آپؒ کی تحریر کا لفظ لفظ نور ونکہت اخلاص میں ڈوبا ہوا ہے، طریقت کے امام ومجتہد حضرت حکیم الامتؒ کی خواہ کوئی تحریر ہو یا خطاب سب کے سب مظہر نور الٰہی کا عکس جمیل ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کے مبارک اور زریں عہد سے لے کر اب تک دنیائے تصوف وسلوک میں جس شیخ اور طالب آخرت نے قدم رکھا سلسلہ خواہ کوئی ہو آپ کے علوم ومعارف سے فیض اٹھائے بغیر میدان طریقت میں سیراب اور مطمئن نہ ہوسکا اور چارونا چار آپ کے چشمۂ صافی سے ہدایت واصلاح کا آب زلال لینے کے لئے بے تاب وبے قرار ہوا اور آئندہ بھی ہوتا رہیگا، اس کوتاہ قلم کے علم میں برصغیر میں آپ کے عہد اخیر سے لے کر اب تک آپ جیسا عظیم مصلح پیدا نہیں ہوا ہے جس نے عالم کے عالم کو اپنے فیوض سے سیراب کیا ہو ؎

جہانے را دگر گوں کرد

یک مرد حق آگاہے

حضرت حکیم الامتؒ کے مخالفین کی آنکھوں سے پردہ ہٹانے کے لئے احقر عرض گذار ہے کہ آنے والی صدیوں میں زمانہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا شدید

محتاج ہوگا، حضرت حکیم الامتؒ کا اس عالم میں ایسے وقت میں ظہور ہوا تھا جب تیرھویں صدی ہجری کا اختتام اور چودھویں صدی کا آغاز ہو رہا تھا، موجودہ دور کے مقابلہ میں اس زمانہ میں آج سے زیادہ تصوف اور خانقاہی سرگرمیوں کا ماحول تھا، ملک کے ہر صوبہ میں روحانیت کا اچھا خاصا اثر دیکھنے میں آتا تھا، مشائخ کی صحبتوں میں ہر شخص اپنی عملی زندگی کی کلی کھلتی ہوئی محسوس کرتا تھا، تاہم مسلم معاشرہ رسومات باطلہ اور بدعات وخرافات کی ظلمتوں میں پٹا پڑا تھا، آپ کے عہد اور کارناموں کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ ہی کے معاصر بے شمار عبقری علماء وصلحاء نے آپ کو واضح الفاظ میں ''مجدّد'' کی سند دی ہے جس کی تائیدات وشواہد آپ اس کتاب میں جگہ جگہ پائیں گے۔

اصلاح وانقلاب کے میدان میں ہر داعی ومصلح اور خطیب ومفکر کو یہاں سے بڑی اور کھلی تسلی ہوگی، اس کتاب کا غور سے مطالعہ کرلیں آپ چاہے کتنے ہی متشدد اور غالی حکیم الامتؒ کے مخالف وناقد ہوں حضرت حکیم الامتؒ کے دربار عالی میں سر تسلیم خم ہوں گے یا آپؒ کے گرویدہ ومعتقد ہوجائیں گے، اس لئے آپؒ سے خشمگیں رکھنے اور آپ کے علوم پر اعتراض کرنے والوں کو چاہئے کہ ایسی ہستی پر اعتماد اور اس کے علوم سے استفادہ کے لئے جس کو خود بھی اپنے علوم وحکم پر بفضلہٖ تعالیٰ کامل اذعان ویقین تھا کھلے دل سے اور ہدایت کی نیت سے زیر نظر کتاب کا مطالعہ کریں ان شاء اللہ باب ہدایت خود بخود روشن ہوجائے گا۔

چاہا خدا نے تو تری محفل کا ہر چراغ
یونہی جلا کرے گا بجھایا نہ جائے گا

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حکیم الامتؒ کے بہت سے مبشرات کے ذریعہ عامل بحق ہونے کی بات فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: وہ نہایت نیک آدمی ہیں جو بولتے اور لکھتے ہیں بالکل حق ہے۔ایک مسترشد کے خواب کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مولانا کی کتابوں پر عمل کرتے رہنا اور دوسروں کے کہنے سے مت رکنا۔

مکہ مکرمہ سے جب حکیم الامتؒ حضرت حاجی صاحبؒ سے باطنی دولت لے کر لوٹنے لگے تو رخصت کے وقت حضرت حاجی صاحب قدس سرہ مراقب ہوے اور پھر فرمایا: حیرت ہے قاسم و رشید سے ان کا درجہ بڑھ گیا۔

یاد کیجئے ایک وقت وہ بھی تھا جب حضرت حاجی صاحبؒ نے ہی فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے کہ کیا لائے ہو تو میں قاسم و رشید کو پیش کر دوں گا۔

حضرت والا کی تصانیف کی مقبولیت کے متعلق حضرت خواجہ عبدالعزیز مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار مخالفین کی مخالفانہ کاروائیوں کا ذکر فرما کر احقر سے بہت جوش کے ساتھ فرمایا تھا کہ مخالفین سب اپنی اپنی کوششیں کرلیں آپ دیکھیں گے کہ ان شاء اللہ میری کتابیں ایسی پھیلیں گی کہ کسی کے روکے نہ رکیں گی، چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ ایسا ہی ہوا اس پر احقر کو یہ شعر یاد آتا ہے ؎

خود مٹ جائیں گے سب حق کے مٹانے والے
لاکھ کوششیں کریں مٹتا تیرا افسانہ نہیں

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات اور اصلاحی کارناموں پر

مشتمل دو ہزار صفحات کو محیط کتاب ''اشرف السوانح'' سے راقم نے چند اصلاحی اور فکری نسخوں کا استخراج کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، مقصود یہ ہے کہ مؤثر عناوین واسلوب میں یہ عظیم سرمایہ قارئین کی خدمت میں پہنچ جائے اور پورا پورا انتفاع کیا جاسکے آج کے عجلت پسند اور کم فرصت انسانوں کے لئے ضخیم کتابیں آزمائش کا سامان بن جاتی ہیں اس لئے راقم نے سوچا کہ کیوں نہ اس اشرفی شجر طوبی سے ایمان افروز بیش بہا اور مؤثر ہدایات اور نسخوں کو یکجا کر کے قارئین کی خدمت میں بھیج دیا جائے تاکہ کم وقت میں ہی ان کے لئے اصلاح اور ہدایات کا پورا پورا سامان ہو جائے اور چوں کہ یہ نسخے دیگر کتابوں کے مقابلہ میں نادر اور اہم ہیں اس لئے ان کا انتخاب اور جمع وترتیب کا کام اور بھی اہم ہو جاتا ہے اس لئے اس تالیفی اقدام کی مبارک نوبت آئی۔

زیر نظر کتاب ''اصلاح کے اہم نسخے'' کے مضامین سے ان شاء اللہ آپ بیحد محظوظ ومستفید ہوں گے، ذرا دل سے اگلے اوراق پر نظر ڈالئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اس عمل کو قبول فرمائے! (آمین)

(حضرت مولانا) محمد علاء الدین صاحب قاسمی

خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ بہار (انڈیا)

بروز اتوار، ۷/ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ

نفس دیا سلائی کی طرح ہے

حضرت حکیم الامتؒ نے ایک بار نہایت خشیت کے لہجے میں فرمایا کہ دیا سلائی کی طرح سارے موادِ خبیثہ نفس میں موجود ہیں، بس رگڑ لگنے کی دیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب تک رگڑ سے بچا رکھا ہے بچے ہوئے ہیں۔ فرعون وہامان کو نہیں بچایا، ان میں وہ مادّے سلگ اٹھے۔ اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے، ورنہ ہر وقت خطرہ ہے۔

علت ابلیس انا خیر بدست

ایں مرض در نفس ہر مخلوق ہست

شیطان کی بیماری یہی تھی کہ وہ اپنے آپ کو اچھا کہتا تھا، یہ بیماری ہر مخلوق میں ہے۔ (اشرف السوانح، ج/1، ص/370)

جب اللہ کا قہر ہوتا ہے تو باطل بھی حق نظر آتا ہے

اکثر گمراہ فرقوں کے عقائد واہیہ کے تذکروں میں بے اختیار ہاتھ جوڑ جوڑ کر اللہ تعالیٰ سے نہایت عجز و نیاز کے لہجہ میں عرض کرنے لگتے ہیں، اے! اللہ اپنے قہر سے بچائیو، اے! اللہ اپنے قہر سے بچائیو اور حضرت مولانا رومیؒ کا یہ شعر پڑھنے لگتے ہیں ؎

از شراب قہر چوں مستی دہی

نیستہا را صورت ہستی دہی

جب تجھے قہر کے شراب کی مستی آتی ہے تو تو نہ ہونے کی صورت دیتا ہے۔

اور فرمانے لگتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا قہر ہوتا ہے تو باطل چیزیں بھی حق نظر آنے لگتی

ہیں اور اوہام باطلہ بھی حقائق کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ (اشرف السوانح، جلد، 1، صفحہ/ 371)

میرا کوئی کمال نہیں اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ میرے بندوں کی اصلاح ہو

بارہا فرمایا کہ یہ جو اصلاح نفس کی سہل سہل اور نافع تدابیر اللہ تعالیٰ ذہن میں ڈال دیتے ہیں یہ سب طالبین ہی کی برکت ہے، میرا کوئی کمال نہیں اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ میرے بندوں کی اصلاح ہو اور نفع پہنچے، لہذا ایک ناکارہ سے خدمت لے رہے ہیں اور جس کو اپنے علوم و معارف پر ناز ہو طالبین سے الگ ہو کر تو ذرا دیکھے واللہ جو بالکل ہی پٹ نہ ہو جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اوروں ہی کے نفع کے لئے اس کو یہ علوم ومعارف عطا کر رکھے ہیں۔ خاص کند بندہ مصلحت علم را۔

ماں یہ ناز نہ کرے کہ میں بچہ کو دودھ پلاتی ہوں، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہے کہ بچہ کی پرورش ہو اس لئے اس نے گوشت میں بھی دودھ پیدا کر دیا ہے۔

یہ جو دودھ چھاتیوں میں سے ابل رہا ہے یہ بچہ کے جذب ہی کی برکت ہے، اگر ماں بچہ کو دودھ پلانا چھوڑ دے تو پھر دودھ ہی خشک ہو جائے اسی طرح اگر کنوئیں میں ڈول نہ ڈالا جائے اور پانی نہ نکالا جائے تو نیا پانی آنا بند ہو جائے، غرض اگر شیخ القاء چھوڑ دے تو تلقی بھی بند ہو جائے۔ (اشرف السوانح، جلد/ 1، صفحہ/ 372)

بزرگوں کی طرف سے فاسد خیال رکھتا ہے جلد توبہ کر

ایک صاحب نے ایک خواب کی بنا پر جس میں ان کو تنبیہ کی گئی تھی کہ جو بزرگوں کی طرف سے فاسد خیالات رکھتا ہے ان سے جلد توبہ کر، حضرت والا سے بھی ہاتھ جوڑ کر

عرض کیا کہ میں جناب سے بھی معافی چاہتا ہوں ۔حضرت والا نے فوراً ان کے ہاتھ پکڑ کر علیحدہ کر دئے اور فرمایا کہ اجی حضرت یہ آپ کیا کرتے ہیں مجھ سے معافی مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔مجھے آپ اس خواب میں کیوں داخل کرتے ہیں اس میں تو بزرگوں کا ذکر تھا بزرگوں سے ضرور معافی مانگنی چاہئے، میں تو بقسم کہتا ہوں کہ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا نہ علمی، نہ عملی، نہ حالی، نہ قالی، بلکہ مجھ میں تو سراسر عیوب ہی عیوب بھرے پڑے ہیں ۔میری اگر کوئی برائی کرتا ہے تو یقین جانئے مجھے کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں، بلکہ اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھلا کونسی تعریف کے قابل بات ہے جو اس کا یہ خیال ہے اس کو دھوکا ہوا ہے۔حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے اس لئے مجھ کو کسی کا برا بھلا کہنا مطلق ناگوار نہیں ہوتا اور اگر کوئی میری ایک تعریف کرتا ہے تو اسی وقت اپنے دس عیوب میرے پیش نظر ہو جاتے ہیں ۔جو کچھ کسی نے میرے ساتھ برائی کی ہو یا آئندہ کرے وہ سب میں نے دل سے معاف کی، اس لئے مخلوق خدا کو میری طرف سے بالکل بے فکر رہنا چاہئے کوئی اپنے دل میں شبہ نہ رکھے۔آپ بھی میرے طرف سے بے فکر رہئے میں بیشتر ہی سب کو دل سے معاف کر چکا ہوں۔(اشرف السوانح ،جلد/1،صفحہ/374)

ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر رہتی ہے

حق ہے ہمارے اکابر کی زندگی کا پل پل ہمارے لئے نہ صرف نمونہ عبرت ہے ،بلکہ نمونہ ہدایت ونجات بھی ہے۔

چنانچہ حضرت خواجہ مجذوبؒ رقمطراز ہیں: کئی بار فرمایا کہ گو میں اعمال میں تو بہت کوتاہ ہوں لیکن الحمدللہ اپنی اصلاح سے غافل نہیں، ہمیشہ یہی ادھیڑ بن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت کی یہ اصلاح کرنی چاہئے، فلاں حالت میں یہ تغیر کرنا چاہئے، غرض کسی حالت پر قناعت نہیں اور گو میں نجات کو اعمال پر منحصر نہیں سمجھتا محض فضل پر سمجھتا ہوں لیکن بندہ کے ذمہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس کے اوامر کو بجالائے اور نواہی سے اجتناب رکھے، اس لئے مجھ کو اپنے اعمال کی کوتاہی پر سخت ندامت ہے اور ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر رہتی ہے۔ اپنے کسی منتسب کی دینداری اور تقویٰ کے حالات سن کر فرمایا کرتے ہیں کہ وہ باپ بڑا خوش قسمت ہے جس کے اولاد کمالات میں اس سے بڑھ جائے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو میرا نیک نام کرنا منظور ہے کہ جو پہلے سے نیک ہیں انہیں کو میرے پاس بھیج دیتے ہیں اور مفت میں نیک نام ہو جاتا ہوں ؎

نے دام خوش نہ دانہ خوش اما ز اتفاق

ہر بار شہباز درافتد بہ دام ما

(نہ جال اچھا ہے نہ دانہ اچھا ہے لیکن اتفاق سے ہر دفعہ ہمارے جال میں شہباز آ پڑا) (اشرف السوانح، جلد/1، صفحہ/375)

قلب شاہی سڑک ہے

فرمایا کہ قلب کی مثال شاہی سڑک کی سی ہے جس پر امیر، غریب، شریف، رذیل، سب ہی چلتے ہیں کسی کو یہ حق نہیں کہ ایک دوسرے کو روکے اگر چمار اور بھنگی بھی چل رہے ہیں تو

حرج ہی کیا ہے؟ وہ اپنے راستے جا رہے ہیں یہ اپنے راستے چلتا رہے۔ اسی طرح قلب کی ساخت ہی منجانب اللہ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس میں اچھے برے سبھی قسم کے خیالات کا وُرود ہوتا رہتا ہے کسی کو اس مطالبہ کا حق نہیں کہ میرے قلب میں اچھے ہی اچھے خیالات آیا کرے برے خیالات بالکل آویں ہی نہیں اگر بلا اختیار برے خیالات آتے ہیں تو کیا ڈر ہے، ہاں قصداً برے خیالات نہ لائے نہ قصداً اُن کو باقی رکھے اور پھر اطمینان وسکون کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہے خطرات منکرہ کی طرف التفات ہی نہ کرے۔ (اشرف السوانح، جلد/ 1، صفحہ/403)

وساوس پر عقلاً خوش رہنا چاہئے

فرمایا کہ شیطان اسی قلب میں وسوسے ڈالتا ہے جس میں ایمان ہوتا ہے، جیسے چور اسی گھر میں نقب لگاتا ہے جس میں دولت ہوتی ہے، لہذا خطرات پر بجائے مغموم ہونے کے عقلاً خوش ہونا چاہئے کیونکہ شیطان کا قلب میں وسوسے ڈالنا قلب کے اندر دولت ایمان ہونے کی علامت ہے، چنانچہ حدیث شریف میں بشارت وارد ہے۔ **ذاك صريح الايمان**، جب سالک خوش ہوگا تو شیطان مایوس ہو کر وسوسے ہی ڈلنا چھوڑ دے گا کیونکہ مؤمن کا خوش ہونا بھلا اس کو کب گوارا ہے اس نے تو مغموم کرنے کیلئے وسوسے ڈالے تھے، جب وہ اس کو خطرات سے خوش ہوتا دیکھے گا تو پھر خطرات ڈالنا ہی چھوڑے گا۔ علاوہ بریں خطرات پر عقلاً خوش ہونے سے قلب میں قوت پیدا ہوگی اور پھر یہ قوت خود بھی معین ہو جائے گی دفع خطرات میں اور جب

خطرات دفع ہو جائیں گے تو پھر طبعی غم بھی جاتا رہے گا، اس طرح عقلی مسرت طبعی مسرت کا بھی سبب ہو جائے گی۔ (اشرف السوانح، جلد/1، صفحہ/440)

حافظا در کنج فقر و خلوت شبہائے تار

تا بود وردت دعا و درس قرآن غم مخور

اے حافظ جب تک خلوت خانے کے کونہ میں اندھیری راتوں میں تیرا وردوظیفہ

دعا اور قرآن پڑھنا ہے تو غم نہ کر (حافظ شیرازیؒ)

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند

چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند

خوش خبری آئی ہے کہ غم کے دن نہیں رہیں گے وہ حالات نہیں رہے تو یہ بھی نہیں رہیں گے۔

چہ جائے شکر و شکایت زنقش نیک و بد است

کہ کس ہمیشہ گرفتار غم نخواہد ماند

یہ اچھے برے حالات کے شکوہ وشکر کی جگہ نہیں کیونکہ کوئی ہمیشہ غم میں گرفتار نہیں رہتا۔

مغلوب الحال مرفوع القلم ہوتا ہے

حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ صاحب مقام پر جو غلبہ حال ہوتا ہے اس میں وہ حدود سے خارج نہیں ہوتا، بخلاف صاحب حال کے وہ کبھی حدود سے بھی خارج ہوتا ہے گو اس کو گناہ نہیں ہوتا ہے، کیونکہ بوجہ مغلوب وہ اس وقت مرفوع القلم ہوتا ہے۔

(اشرف السوانح، جلد/1، صفحہ/427)

فائدہ: غلبۂ حال کی ایسی تشریح ہے جس سے اسلام کے ان تمام سچے اور نیک قائدین کے کام اور کلام کی صحیح تاویل کا راستہ کھل جاتا ہے جنہوں نے غلبہ حال کی بنا پر بعض دفعہ ایسا کام یا کلام کیا ہے جو شرعاً بظاہر محل نظر ہے۔

قبض سے اخلاق رذیلہ کا علاج ہوتا ہے

حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں: محققین نے اس کو (یعنی قبض کو) بسط سے ارفع کہا ہے کہ اس سے اخلاق رذیلہ کا معالجہ زیادہ ہوتا ہے، تمام ذاکرین کو قریب قریب یہ حالت پیش آتی ہے پھر اس سے نجات بھی ہو جاتی ہے اور اس کے بعد ترقی ہوتی ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/1، صفحہ/428)

قبض کے بے شمار فائدے

حضرت حکیم الامتؒ کی تمنا دل سے اپنے متعلقین کے لئے اس کے (یعنی حالت قبض کے) طاری ہونے کی بشرط البصیرت والا استقلال ہوا کرتی ہے اور اس کے منافع اس قدر ہیں کہ احصاء میں نہیں آتے جن سب کا خلاصہ فناء تام ہے اور اس کے بعد جو بسط ہوتا ہے وہ بھی بے نظیر ہوتا ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/1، صفحہ/429)

فائدہ: حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کے اس ملفوظ کا ذکر کر کے سالکین کے بہت بڑے سوال کو حل کر دیا ورنہ عام طور پر قبض سے سالکین پریشان ہو جاتے ہیں۔ اللہ ان تمام حضرات کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے (آمین)۔

برے خیالات پر بھی ثواب ملے گا

سالک کو خطرات منکرہ کی بنا پر اپنے کو مردود نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ ان خطرات کو تو شیطان قلب میں ڈالتا ہے، لہذا اس کا (یعنی سالک کا) کیا قصور بلکہ اس کو جو نا گواری کی وجہ سے اذیت ہو رہی ہے اس کا اس کو اجر ملے گا۔ (اشرف السوانح، جلد/1، صفحہ/433)

اللہ سے محبت کا مراقبہ

حضرت حکیم الامتؒ سالک کے لئے اس مراقبہ کا کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے، بیحد نافع ہونا بتاکید فرمایا کرتے ہیں، بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ اگر اپنی حالت اللہ تعالیٰ کی محبت کے قابل نہ بھی ہو تب بھی بسبب بشارت۔ **انا عند ظن عبدی بی**، یہی نیک گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے (اشرف السوانح، جلد/1، صفحہ/433)

تمہارا پیر تو بڑا بھاری شیخ ہے

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ فرماتے ہیں اسی عجالہ کے دوران تحریر میں الحمدللہ یہ برکت بھی ظاہر ہوئی کہ اس احقر ناکارہ کو حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہ کی زیارت منامی کا شرف حاصل ہوا۔ جس میں احقر نے بحضور شاہ صاحبؒ عرض کیا کہ مجھے وساوس شیطانیہ کی بہت کثرت رہتی ہے دعا فرمائے کہ ایمان کامل نصیب ہو، فرمایا کہ تمہارا پیر تو بڑا بھاری شیخ ہے، تم تو مولوی اشرف علی کے مرید ہو۔ پھر وساوس کے متعلق فرمایا کہ ریل کبھی تاریکی میں بھی چلتی ہے اس طرح کہ اس کی کھڑکیاں بند ہوتی ہیں، اس خواب کی تعبیر ظاہر ہے اس میں ریل کی جو مثال ہے

اس کی حضرت والا نے احقر کے عریضہ پر جسمیں خواب پیش کیا گیا تھا۔ خواب کی عبارت کے ختم پر منقولہ ذیل توضیح تحریر فرمائی، وساوس سے ایک گونہ ظلمت طبعی ہوتی ہے، مگر ہر تاریکی مانع قطع مسافت نہیں، جبکہ وسائط صحیح ہوں، چنانچہ ڈرائیور کا صاحب نور ہونا کافی ہوتا ہے اور ریل کا لائن پر ہونا۔ (اشرف السوانح، جلد/1، صفحہ/438)

شیخ کی اصلی کرامت کیا ہے

کوئی تو اعتماد ہے جو حضرت والا نہایت زور وقوت کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ جو طالب اپنے کام میں باقاعدہ لگا ہوتا ہے اس کو ہر وقت اپنے اندر شیخ کی معنوی کرامتوں کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے لہذا اس کو کبھی اپنے شیخ کی حسی کرامتیں دیکھنے کی ہوس نہیں ہوتی اور اگر مدت طویلہ تک بھی ایسا مشاہدہ نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ کوئی دوسرا شیخ تلاش کرے کیونکہ یہ دلیل ہے اس کی کہ اس کو اس شیخ سے مناسبت نہیں۔ (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/43)

شیخ کی مجلس میں بیٹھنے کا طریقہ

تمام سالکین سے گذارش ہے کہ اگر کسی شیخ سے کچھ روحانی فیض واقعۃً اٹھانے کی قلبی اور سچی تمنا ہو تو حضرت حکیم الامت ؒ کے مندرجہ ذیل ملفوظ پر عمل کرے۔

فرمایا: شیخ کی مجلس میں شیخ کے قلب کی طرف متوجہ رہے خواہ وہ کسی کام میں مشغول ہو اور یہ تصور رکھے کہ اس کے قلب سے میرے قلب میں انوار آرہے ہیں۔

(اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/43)

دیوار بننے سے کیا فائدہ

حضرت خواجہ صاحبؒ مرحوم فرماتے ہیں: احقر نے ایک بار یہ بھی عرض کیا کہ حضرت یہ دعا فرما دیں کہ قلب میں معاصی کا میلان ہی نہ رہے۔

فرمایا: دیوار ہو جانا کس کام ہے، پھر دیوار کی طرف اشارہ فرمایا کہ دیکھئے یہ دیوار ہے چوری یہ نہیں کرتی زنا یہ نہیں کرتی بڑی متقی ہے، لیکن پھر بھی بیچاری دیوار کی دیوار ہی ہے، کوئی ثواب ہی نہیں ملتا، انسان کا کمال تو یہی ہے کہ معاصی کا میلان ہو اور پھر بھی اپنے آپ کو روکے رہے اور معاصی کا صدور نہ ہونے دے۔ (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/49)

بیعت سے آدمی پاک صاف ہوتا ہے

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں میرا بیعت ہونے کو بہت جی چاہتا تھا، مگر ہمت نہیں ہوتی تھی کیونکہ مجھے یہ فکر دامن گیر تھی کہ اگر بیعت ہونے کے بعد بھی گناہ ہوتے رہے تو بیعت ہونے سے کیا فائدہ، اس لئے پہلے حضرت میرے ناپاک ہاتھوں کو اس قابل کر دیں کہ حضور کے پاک ہاتھوں میں دے سکوں احقر کی عرض مذکور پر تمثیلاً فرمایا کہ: ایک دریا تھا اس کے پاس ایک ناپاک اور میلا کچیلا آدمی آیا اس دریا نے کہا کہ آ تو میرے پاس آ جا۔ اس نے کہا کہ میری بھلا کیا مجال ہے میں تیرے پاس آسکوں، تو بالکل صاف وشفاف، میں بالکل نجس، پلید، ناپاک، دریا نے جواب دیا تو تو اس حالت میں میرے پاس آنے نہیں پاتا اور بغیر میرے پاس آئے اور میرے اندر نہائے پاک ہو نہیں سکتا تو بس ہمیشہ کیلئے دوری ہی رہی، ارے بھائی

پاک ہونے کی تدبیر بھی تو یہی ہے کہ بس آنکھیں بند کر کے بلا پس و پیش میرے اندر کود پڑ بس پھر فوراً ہی میرے اندر سے ایک ایسی موج اٹھے گی جو تیرے سر پر ہو کر گذر جائے گی اور آن کی آن میں تیری ساری نجاستوں کو دھو کر تجھے سر سے پاؤں تک بالکل پاک صاف کر دے گی (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/51)

اللہ کی محبت کا وظیفہ

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ احقر نے غالباً اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا ہو جانے کی دعا چاہی تو حضرت والا نے تین ہزار بار اسم ذات بعد نماز فجر خفیف جہر و ضرب کے ساتھ بایں تصور کہ قلب بھی ساتھ ساتھ شریک ذکر رہے پڑھنے کو بتایا اور خود دو تین بار ادا کر کے طریق ذکر بھی سکھا دیا۔ (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/51)

کاش میں عورت ہوتا حضور کے نکاح میں

مرتب کہتا ہے کہ اگر کسی کو اپنے شیخ سے سچی محبت کرتے دیکھنا ہو تو حضرت خواجہ صاحبؒ کے اس عشق زار زار کا مشاہدہ کرے فرماتے ہیں: ایک بار عشق کے جوش میں حضرت والا سے بہت جھجکتے اور شرماتے ہوئے دبی زبان سے عرض کیا کہ حضرت ایک بہت ہی بیہودہ خیال دل میں بار بار آتا ہے جس کو ظاہر کرتے ہوئے بھی نہایت شرم دامنگیر ہوتی ہے اور جرات نہیں پڑتی۔

حضرت والا اس وقت نماز کے لئے اپنی سہ دری سے اٹھ کر مسجد کے اندر تشریف لے جا رہے تھے فرمایا: کہئے احقر نے غایت شرم سے سر جھکائے ہوئے عرض کیا کہ میرے دل

میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش میں عورت ہوتا حضور کے نکاح میں۔ اس اظہار محبت پر حضرت والا غایت درجہ مسرور ہو کر بے اختیار ہنسنے لگے اور یہ فرماتے ہوئے مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ یہ آپ کی محبت ہے ثواب ملے گا انشاء اللہ۔ (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/64)

محبت کی انتہا

مشائخ اور سلف کے سچے اور دیوانے مریدین کے واقعات تو بہت پڑھے تھے، مگر جب ہم اپنے اکابر کی زندگی میں محبت کے اس طرح کے واقعات کو ڈھونڈتے ہیں تو حضرت حکیم الامتؒ کے خلفاء اور عشاق میں بھی کم نہیں پاتے دیکھئے حضرت خواجہ صاحبؒ اپنے قلم گہر بار سے خود فرماتے ہیں:

احقر کو اس زمانہ میں حضرت والا کی محبت کا اس قدر جوش تھا کہ بس یہ جی چاہتا تھا کہ بغل میں حضرت والا کی کتابیں ہوں ہر کس و ناکس اہل و نا اہل بلکہ در و دیوار شجر و حجر کفار و بہائم سب سے دیوانہ وار حضرت والا کا تذکرہ کرتا پھروں اور سب کو حضرت والا کی کتابیں سناتا پھروں چنانچہ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کا بکرا مکان کے خالی حصہ میں بندھا ہوا تھا اس کے پاس جو تنہائی میں پہنچا تو بے اختیار جی چاہنے لگا کہ اس کے سامنے بیٹھ کر حضرت والا کا تذکرہ کروں۔ (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/65)

نمازی بننے کی ترکیب

حضرت خواجہ صاحبؒ کے ایک عزیز نے اپنے نمازی ہوجانے کے لئے کوئی تعویذ حضرت والا سے طلب کیا تو حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا ایسی ترکیب بتا سکتا

ہوں جس سے دو تین ہی دن میں پورے نمازی ہو جائیں، لیکن وہ ترکیب محض پوچھنے کی نہیں بلکہ عمل کرنے کی ہے۔ وہ یہ کہ اگر ایک وقت کی نماز قضاء ہو تو ایک وقت کا فاقہ کریں اور دو وقت کی قضاء ہو تو دو وقت کا اور اگر تین وقت کی قضاء ہو تو تین وقت کا ۔بس دو تین ہی فاقوں میں نفس ٹھیک ہو جائے گا اور نماز کی پوری پوری پابندی ہو جائے گی۔لیکن یہ صرف پوچھنے کی ترکیب نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے اگر کسی نے ہمت کر کے اس ترکیب پر عمل کرلیا اور برابر جمارہا تو ممکن نہیں کہ دو تین روز ہی میں پکا نمازی نہ ہو جائے۔ (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/69)

بعض مقبولین تیز مزاج اور بعض نرم مزاج ہوتے ہیں

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ خلیفہ مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادیؒ کا مقولہ یاد آ گیا، فرماتے تھے کہ بعض لوگ مولانا پر تیز مزاجی کا اعتراض کرتے تھے، یوں نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائی ہی سے اپنے بندوں کو مختلف المزاج پیدا کیا ہے پھر اس کے بعد بعض کو مقبول بنا دیا تو مقبولیت کے بعد مزاج فطری تو نہیں بدلتا اس لئے بعض مقبولین نرم ہوتے ہیں بعض تیز ہوتے ہیں۔

اور مسند حسن ابن سفیان لیث عن روید ابن نافع کی حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیز مزاجی میری امت کے نیک لوگوں کو پیش آتی ہے یہ حدیث حسن ابن سفیان مسند میں لیث کی جہت سے منقول ہے اور وہ روید ابن نافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو منصور فارسی سے کہا کہ اگر تمہارے اندر تیز مزاجی نہ ہوتی تو (خوب ہوتا) انہوں نے

فرمایا مجھ کواس تیز مزاجی کے بدلہ اتنا اتنا ملے تب بھی میرے لئے موجب مسرت نہ ہو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیز مزاجی میری امت کے نیک لوگوں کو پیش آتی ہے اور بعض نے ان کا نام یزید ابن منصور کہا ہے اور ان کو صحابی کہا ہے اور بعض روایت میں یہ الفاظ ہیں، کوئی شخص تیزی کا مستحق قرآن والے سے زیادہ نہیں بوجہ عزت قرآن کے۔ بعض اہل اللہ میں ایسی تیزی پائی جاتی ہے اور اس کی حقیقت حق پر غیرت ہے اور اس کے ظاہر کرنے کی حقیقت ترک تکلف ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ،82)

نفع کا مدار شیخ کے ساتھ حسن اعتقاد پر ہے

اگر شیخ کے خلاف اعتراضات اور شبہات پیدا ہوتے ہوں تو سمجھ لے کہ مجھ کو اس سے مناسبت نہیں اور اس کو بلا اس کی دل آزاری کئے چھوڑ دے کیونکہ نفع کا مدار یکسوئی اور شیخ کے ساتھ حسن اعتقاد پر ہے اور یہ اعتراضات وشبہات کی صورت میں کہاں، لہٰذا اس کو چھوڑ دینا ہی مناسب ہے، لیکن گستاخی عمر بھر نہ کرے کیونکہ اول اول راہ پر تو اسی نے ڈالا ہے اور اس معنی کر وہ محسن ہے یہاں تک کہ اگر وہ ایسے امور کا بھی مرتکب ہو جو بظاہر خلاف سنت ہوں لیکن ان میں اجتہاد کی گنجائش ہو خواہ بعید ہی صحیح پھر بھی گستاخی نہ کرے (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/94)

فائدہ: اس کو ہر سالک غور سے پڑھے اور اپنے شیخ کے معاملہ میں حد درجہ احتیاط کرے ورنہ وقت کے ضیاع اور نقصان ومردودیت کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آئیگا خدا ہمیں عقل سلیم عطا فرمائے (آمین)

انسان وہی ہے جو سوچا کرے

حضرت والا فرماتے ہیں میں تو کہا کرتا ہوں، قوت فکر یہ ہی سے تو انسان انسان ہے۔ انسان اور حیوان میں بس یہی تو فرق ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے قوت فکر یہ عطا فرمائی ہے اور حیوانات کو نہیں انسان کو احتمالات سوجھتے ہیں اور حیوان کو نہیں، حکماء نے تو انسان کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک حیوان ناطق ہے، لیکن میرے نزدیک انسان کی یہ تعریف ہونی چاہئے کہ وہ ایک حیوان متفکر ہے۔

غرض جو انسان اپنی قوت فکر یہ سے کام نہ لے اور احتمالات نہ سوچے وہ انسان نہیں حیوان بصورت انسان ہے، جیسے بن مانس اور جل مانس ہوتے ہیں ایسے ہی انسانوں کے متعلق حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

گر بصورت آدمی انسان بدے

احمد و بوجہل ہم یکساں شدے

اگر آدمی کی شکل سے ہی انسان کامل ہوتا تو حضرت احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوجہل برابر ہوتے۔

(اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/96)

اپنا عیب نظر نہ آنا بھی ایک عیب ہے

ایک صاحب جو مستری کا کام کرتے تھے اور بہت نیک تھے حاضر خانقاہ ہو کر عرض کیا کہ میں نے مواعظ کا بھی مطالعہ کیا، رسالہ تبلیغ دین بھی دیکھا، لیکن مجھے تو اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے۔

حضرت والا نے اس کی اس بات سن کر فرمایا: کہ جب تمہیں اپنے عیوب نظر نہیں آتے تو تم معذور رہو۔

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں اس کے بعد جب صبح کی مجلس میں وہ صاحب حاضر ہوئے تو حضرت والا نے سب کے سامنے ان کو اس کہنے پر کہ مجھے اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے جس کا منشاء قرائن قویہ سے قلت فکر و اعجاب نفس معلوم ہوا، زبانی سخت زجر و توبیخ فرمائی اور ایسی ڈانٹ بتائی کہ ہوش درست ہو گئے اور دماغ صحیح ہو گیا۔

فرمایا: حیرت ہے کہ تمہیں اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے حالانکہ واللہ اگر آدمی کی حس صحیح ہو تو گناہ تو گناہ اس کو اپنی طاعت بھی معاصی نظر آنے لگیں۔ پھر نہایت جوش کے ساتھ تین بار قسم کھا کر فرمایا کہ مجھ کو تو اپنی نماز اپنے روزے اور اپنے ہر عمل بلکہ اپنے ایمان تک میں شبہ عدم خلوص کا رہتا ہے۔ اور ہم لوگ تو کیا چیز ہیں حضرات صحابہ سے بڑھ کر کون مخلص ہوگا حدیث میں وارد ہے کہ اصحاب بدر میں سے ستر حضرات ایسے تھے جن کو اپنے اوپر نفاق کا شبہ تھا کہ کہیں ہم منافق تو نہیں۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/98)

شیخ کی بے ادبی کا نقصان

بالخصوص تعلق ارادت قائم کر لینے کے بعد پھر گستاخی اور بے ادبی کرنا تو خاص طور سے زیادہ موجب وبال ہوتا ہے چنانچہ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس تعلق میں بعض اعتبارات سے معصیت اتنی مضر نہیں ہوتی جتنی بے ادبی مضر ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ معصیت کا تعلق تو اللہ تعالیٰ سے ہے اور چونکہ وہ تاثر

وانفعال سے پاک ہیں اس لئے توبہ سے فوراً معافی ہوجاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ویسا کا ویسا ہی تعلق پیدا ہوجاتا ہے۔ بخلاف اس کے بے ادبی کا تعلق شیخ سے ہے اور وہ چونکہ بشر ہے اس لئے طالب کی بے ادبی سے اس کے قلب میں کدورت پیدا ہوجاتی ہے جو مانع ہوجاتی ہے تعدیۂ فیض سے۔

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے اس کی خوب مثال دی تھی۔ فرمایا کہ اگر کسی چھت کی میزاب کے مخرج میں مٹی ٹھونس دی جائے تو جب آسمان سے پانی برسے گا تو گو وہ چھت پر نہایت صاف وشفاف حالت میں آئے گا لیکن جب میزاب میں ہوکر نیچے پہنچے گا تو بالکل گندا اور میلا ہوکر۔ اسی طرح شیخ کے قلب پر جو ملاء اعلیٰ سے فیوض وانوار نازل ہوتے رہتے ہیں ان کا تعدیہ ایسے طالب کے قلب پر جس نے شیخ کے قلب کو مکدر کر رکھا ہے مکدر صورت ہی میں ہوتا ہے جس سے اس طالب کا قلب بجائے منور ومصفا ہونے کے تیرہ ومکدر ہوتا چلا جاتا ہے حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے شیخ کے قلب کو مکدر کرنے اور مکدر رکھنے کا طالب پر یہ وبال ہوتا ہے کہ اس کو دنیا میں جمعیت قلب کبھی میسر نہیں ہوتی اور وہ عمر بھر پریشان ہی رہتا ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2 صفحہ/115)

شیخ کے پاس مٹنے کی نیت سے جاؤ

ایک بار احقر معتد بہ رخصت لے کر بغرض اصلاح حاضر خانقاہ ہوا تو آتے ہی ایک پرچہ پر اپنا تصنیف کردہ یہ شعر لکھ کر پیش کیا ؎

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں

مٹا دیجئے یہاں مٹنے کو آیا ہوں

فوراً نہایت وثوق کے لہجہ میں فرمایا کہ ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

(اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/155)

گناہوں سے بچنے کے دو نسخے

ایک بار احقر (مجذوب ؒ) نے اپنے بہت سے امراض باطنی لکھ کر پیش کئے اور اپنی اصلاح سے مایوسی ظاہر کی (ع) تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔ اور لکھا کہ اتنے سارے امراض سے کیونکر نجات ممکن ہے۔ تحریر فرمایا کہ کچھ بھی مشکل نہیں صرف دو چیزوں کا التزام کر لیجئے، استحضار اور ہمت۔

سبحان اللہ سبحان اللہ کیا مختصر اور جامع مانع گُر تعلیم فرما دیا جو تمام اصلاحات کو حاوی ہے اور یہ کلی ہے جس کے اندر اصلاح کی ہر چھوٹی سے چھوٹی جزئی داخل ہے جس کو تمام اصلاحات کی گویا میزان الکل کہنا چاہئے۔ اس گر کو سہولت استحضار کیلئے ایک شعر میں محفوظ کر لیا تھا جو اب تک یاد ہے وہ یہ ہے۔

بتایا ہے جو گُر حضرت نے استحضار و ہمت کا

عجب یہ نسخۂ اکسیر ہے اصلاح امت کا

واقعی اپنے عیوب کا استحضار رکھا جائے اور وقت پر ہمت سے کام لیا جائے تو کسی گناہ کا صدور ہی نہ ہو۔ اور ہمت کے متعلق حضرت والا نے فرمایا ہے کہ جس ہمت کے بعد

کامیابی نہ ہو وہ ہمت ہی نہیں بلکہ ہمت کی محض نیت ہے۔ (اشرف السوانح۔جلد 2، صفحہ/156)

فائدہ۔ سبحان اللہ ہمت کی کیا نفیس اور قابل استحضار حقیقت ظاہر فرمائی۔

شیطان سے کشتی

ایک طالب اصلاح نے کشاکش نفس کی شکایت کی تو نہایت شفقت کے ساتھ فرمایا کہ بھائی جب دو پہلوان میں کشتی ہوتی ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ ایک تو زور لگائے جائے اور دوسرا اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہی ڈالدے اور اپنے مقابل کو خود موقع دے دے کہ وہ اس کو آسانی سے پچھاڑ سکے۔ یہ تو نفس سے کشتی ہے اپنا سارا زور لگانا چاہئے پھر اگر پورا غلبہ نہ حاصل ہو تو کم از کم یہ تو ہو کہ کبھی تم نے اس کو پچھاڑ دیا کبھی اس نے تم کو پچھاڑ دیا لیکن ہمت کسی حال میں نہ ہارنا چاہئے پھر جب اللہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ یہ بیچارہ اپنا سارا زور لگا رہا ہے تو غلبہ بھی عطا فرما دیں گے غرض ہمت نہ ہارنا چاہئے اور مایوس نہ ہونا چاہئے۔ (اشرف السوانح جلد/2، صفحہ/161)

ایک پریشان حال سائل کے مسئلہ کا حل

ایک صاحب نے لکھا کہ اپنا حال ابتر ہی پاتا ہوں سوائے ادھیڑ بن کے اور کچھ نہیں اس کا جواب ایسا جامع معنی تحریر فرمایا کہ جو عمر بھر کیلئے دستور العمل بنانے کے قابل ہے۔

فرمایا: خود مشقت میں پڑنے کا شوق ہی تو اس کا علاج ہی نہیں باقی راستہ بالکل صاف ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں اختیاری میں ہمت سے کام لیں اگر کوتاہی ہو جائے ماضی کا استغفار سے تدارک کر کے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لینے لگیں اور استعمال ہمت کے ساتھ دعا کا بھی التزام رکھیں اور بہت لجاجت کے ساتھ۔ (اشرف السوانح جلد/2، صفحہ/162)

فائدہ: سبحان اللہ سبحان اللہ سارا طریق اس مختصر سے جواب میں آ گیا۔ دریا کو کوزہ میں بھر دیا۔ کوئی اس زریں دستور العمل کی قدر کام کرنے والوں سے پوچھے اور ان سے جن کا اسپر عملدر آمد ہے۔

بُرے خیالات کا علاج

اس کا سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد و اختیار سے کسی نیک خیال کی طرف فوراً متوجہ ہو جانا اور متوجہ رہنا چاہئے۔ اس کے بعد بھی تخیلات باقی رہیں یا نئے آئیں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے، کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہو سکتے بس اشتباہ رفع ہو گیا اور اگر بلا اختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہو جائے تو جب تنبیہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے اور پھر اسی تدبیر استحضار سے کام لیا جائے۔ طریق عمل اس قدر سہل ہے کہ اس سے سہل کوئی چیز نہیں بس اس کو دستور العمل بنا کر بے فکر ہو جانا چاہئے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/183)

نقش و نگار سے دل بٹتا ہے

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ایک بار احقر کی موجودگی میں جانمازوں کے منقش ہونے کی مذمت فرما رہے تھے کہ نقش و نگار سے نماز میں دل بٹتا ہے، پھر فرمایا کہ میں تو پھولدار کپڑے بھی پسند نہیں کرتا گو میں خود اس میں مبتلا ہوں، لیکن الحمد للہ میں اپنے ابتلاء کی وجہ سے اس کو اچھا نہیں بتلاتا پھر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک پھولدار چادر ہدیہ آئی آپ نے نماز کے بعد اس شخص سے دوسری

سادہ چادر منگوائی اور اس کو علیحدہ کر دیا اور فرمایا کہ قریب تھا کہ اس کے نقش ونگار میرے قلب کو مشغول کر لیتے جب نبی کو مشغولی کا احتمال ہوتو آج ہم میں ایسا کون ہے جو دعویٰ کر سکے کہ ہمارا قلب نقش ونگار میں مشغول نہیں ہوسکتا۔ پھر فرمایا کہ کپڑوں پر نقش ونگار کیا پسند ہوتے جو محققین ہیں وہ تو کہتے ہیں قلب بھی بے نقش ونگار ہونا چاہئے اور قلب کے نقش ونگار وہ ہیں جن کا نام مواجید واحوال ہے قلب ان سب قصوں سے علی لا طلاق خالی ہونا چاہئے، بس عبدیت محضہ خالصہ ہونا چاہئے پھر فرمایا کہ مبتدیوں کو مواجید واحوال سے بہت رغبت ہوتی ہے اور محققین کو ان سے نفرت ہوتی ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/185)

شیخ سے اصلاح کرانے کا طریقہ

ایک طالب نے لکھا کہ مجھے اصلاح کا طریق کا معلوم نہیں طریق اصلاح تجویز فرمادیں۔ تحریر فرمایا کہ طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے نفس کا ایک ایک عیب ظاہر کرو اور مجھ سے اس کا علاج پوچھو اور میں جو بتلاؤں اس پر عمل کر کے اطلاع دو۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/199)

ذکر کا کوئی خاص طریقہ بھی ہے

ایک مبتدی طالب نے لکھا کہ حضور سے دور ہوں اذکار صحیح طریقہ سے کیونکر کروں۔

جواب تحریر فرمایا کہ یہ معلوم کرنا کیا مشکل ہے قلب اور زبان دونوں کو شریک رکھنا یہی طریق صحیح ہے۔ انہی صاحب نے یہ بھی درخواست کی تھی کہ اپنے فلاں مجاز سے فرمادیں کہ مجھے دو ایک مرتبہ دوازدہ تسبیح کا ورد کرادیں، اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ اس کی حاجت نہیں یہ قیود غیر مقصود ہیں۔ مقصود صرف ذکر کرنا۔ اگر کوئی نہایت موزوں

رفتار سے جاتا ہو اور دوسرا غیر موزوں تو اصل مقصد منزل پر پہنچنا ہے، جو دونوں رفتار سے حاصل ہو جاتا ہے آگے رہی موزونیت اس میں اور مصالح زائدہ ہیں جن پر منزل کی رسائی موقوف نہیں۔ (اشرف اسوانح، جلد/2، صفحہ/206)

تہجد یا ذکر وغیرہ میں جن کا خیال آجائے تو کیا کریں

ایک طالب نے لکھا کہ ضعف قلب کی وجہ سے تہجد اور ذکر میں عجیب عجیب واہیات خیالات کا ہجوم ہوتا ہے کہ کہیں شیطان کسی شکل میں میرے سامنے نہ آجائے، کوئی جن آکر میرے ساتھ نماز نہ پڑھنے لگے۔ حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ ایسی حالت میں اپنے شیخ کا تصور ان پریشان خیالات کا دافع ہو جاتا ہے، مگر شیخ کو حاضر ناظر نہ سمجھے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/206)

احباب واقارب سے محبت کی سنت مقصود بالذات نہیں

ایک طالب نے لکھا تھا کہ احباب واقارب سے تعلقات و محبت جیسی پہلی تھی اب نہیں اس پر افسوس ظاہر کیا اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ حالت سنت کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ اس پر تحریر فرمایا کہ سب حالت ٹھیک ہے یہ سنت مقصود بالذات نہیں۔ مقصود بالذات ادائے حقوق ہے وہ حاصل ہے، بعض طبائع ایسی ہیں کہ اس سنت کا اہتمام کریں تو ان سے فرض ہی فوت ہو جائے یعنی تعلق بحق، اس لئے ان کے حق میں یہی انفع واصلح ہے جو پیش آرہا ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/219)

قبض جتنا شدید ہوتا ہے اتنا ہی بسط قوی ہوتا ہے

ایک طالب نے ایک طویل خط میں اپنی متضاد حالتیں لکھی تھیں یعنی اولاً سخت پریشانی

نا قابل تحمل جسمیں خواب وخور سب اڑ گیا اس کے بعد مبشرات رویا سے فرح وسرور
۔اس کا جواب تحریر فرمایا کہ وہ پہلی حالت قبض کی تھی۔دوسری حالت بسط کی اور قبض
جتنا شدید ہوتا ہے اتنا ہی بسط قوی ہوتا ہے اسلئے ائمہ طریق نے فرمایا کہ قبض سے
پریشان نہ ہونا چاہئے وہ سب مقدمات ہوتے ہیں بسط کے۔مبارک ہو۔یہ حالات
کس کو نصیب ہوتے ہیں مگر ایسی حالت میں غذائے لطیف اور مفرحات ومقویات کا
استعمال رکھنا ضروری ہے گو دل نہ چاہے۔(اشرف السوانح،جلد/2،صفحہ/220)

شک کی بیماری کو ختم کرنے کا طریقہ

ایک طالب نے لکھا کہ میری طبیعت کچھ شکی واقع ہوئی ہے،مخالفین کے اعتراض
سن کر یا کسی کتاب میں دیکھ کر طبیعت متردد ہو جاتی ہے اس سے بفضلہ تعالیٰ عمل میں تو
کوئی فرق نہیں آتا البتہ عبادت میں وہ پہلی سی دلچسپی نہیں رہتی اور دل رنجیدہ اور
اندوہگیں سا رہتا ہے۔ساتھ ہی اس تردد کو مکروہ اور برا جانتا ہوں۔

جواب تحریر فرمایا کہ ایسی چیز مت دیکھو جس سے شک یا تردد پیدا ہو اور جو بلا قصد
ایسی بات کان میں پڑ جائے اور یہی حالت پیدا ہو جائے تو اس کو کسی خاص تدبیر سے
زائل کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس اہتمام سے پریشانی بڑھے گی۔اور ہمیشہ کیلئے
ایک مستقل ایک شغل ہو جائے گا بلکہ بجائے تدبیر کے اس سے بے التفاتی اختیار کرو
اور کتنا ہی وسوسہ ستاوے بالکل پروا مت کرو البتہ دعا اور تضرع کرتے رہو اور اس کو
کافی سمجھو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد طبیعت صاف ہو جائے گی اور جب یہی عادت ہو

جائے گی تو قلب میں ایسی قوت پیدا ہو جائے گی کہ وہ ایسی چیزوں سے متاثر نہ ہوگا یہ ہے حکمی نسخہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابھی دو چار ہی دن ہوئے کہ عطا ہوا ہے جو بہت بڑا علم ہے الحمد للہ۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/221)

مستقل مزاجی حاصل کرنے کا طریقہ

بعض لوگ بڑے ذہین فطین ہوتے ہیں مگر مزاج میں استقلال نہ ہونے کی وجہ سے ہر قدم اور ہر جگہ ان کو ناکامی ہاتھ آتی ہے اور نہ ہی کسی کی نگاہ میں اپنا اعتماد و اعتبار ہی بحال کر پاتے ہیں نتیجۃً وہ زندگی کے ہر شعبہ میں فیل ثابت ہوتے ہیں، ایسے ہی ناقص العمل لوگوں کی اصلاح کیلئے ایک قیمتی ہدایت بیان فرمائی ہے، چنانچہ حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ایک طالب علم نے عدم استقلال کا علاج پوچھا تحریر فرمایا کہ العلاج بالضد اور اس ضد میں اول تکلف (یعنی مشقت اور تکلیف برداشت کرنا) ہوتا ہے پھر اعتیاد (یعنی عادت) پھر رسوخ (یعنی پختگی) بس نفس تکلف سے گھبراتا ہے یہی راز ہے عدم استقلال کا۔ ورنہ نفس اگر تکلف کی کلفت برداشت کر لے تو عدم استقلال کی کوئی وجہ نہیں اور یہی علاج ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/224)

عمل میں لذت ولطف ہمیشہ رہنا ضروری نہیں

بعض دفعہ آدمی سوچتا ہے عمل تو کرتا ہوں مگر جب عمل کے دوران لطف اور اچھی کیفیات پیدا نہیں ہوتیں تو عمل کرنے سے کیا فائدہ اس طرح شیطان کے قریب میں آکر آدمی عمل سے دور ہو جاتا ہے اور طاعت پر عمل کرنا اس کے لئے دشوار ہو جاتا ہے،

ایسے ہی حضرات کے علاج کیلئے خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک طالب نے لکھا کہ کوئی محمود کیفیت راسخ نہیں، تحریر فرمایا کہ رسوخ کی طرف التفات نہ فرمایا جائے۔ رسوخ سے مقصود عمل ہے۔ عمل سے رسوخ مقصود نہیں۔ اگر عمل بلا رسوخ ہوتا رہے۔ مقصود حاصل ہے۔

اسی طرح ایک طالب نے حصول یقین کا طریقہ دریافت کیا تو تحریر فرمایا کہ اول بہ تکلف عمل کرنا چاہیئے اس کی برکت سے یقین پیدا ہو جاتا ہے اور کوئی طریقہ نہیں۔

(اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/226)

حالات کی اطلاع اصلاح کیلئے شرط ہے

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک ذی علم طالب نے بہت حسرت کے ساتھ لکھا کہ شاید خدام حضور والا میں ایک میں ہی ایسا ہوں گا جس کو وصول تو درکنار وصول کی حقیقت تک کا پتہ نہیں۔

اس کا حسب ذیل جواب ارقام فرمایا۔

مقصود تو بحمد اللہ معلوم ہے یعنی رضائے حق، اب دو چیزیں رہ گئیں طریق کا علم اور اس پر عمل۔ سو طریق صرف ایک یعنی اذکار ظاہرہ و باطنہ کی پابندی اور اس طریق کی معین دو چیزیں ایک ذکر جس قدر پر دوام ہو سکے جو آپ نے شروع کیا ہے وہ بھی اس کلیہ میں داخل ہے۔ دوسرے صحبت اولیاء اللہ کی جس کثرت سے مقدور ہو اور اگر کثرت کیلئے فراغ نہ ہو تو بزرگوں کے حالات واقعات کا مطالعہ اس کا بدل ہے اور دو چیزیں طریق یا مقصود کی مانع ہیں۔ معاصی اور فضول میں مشغول۔ اور ایک امر ان

سب کے نافع ہونے کی شرط ہے۔ یعنی اطلاع حالات کا التزام۔ اب اس کے بعد اپنی استعداد ہے۔ حسب اختلاف استعداد مقصود میں دیر سویر ہوتی ہے میں سب کچھ لکھ چکا۔

(اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/228)

مجاہدہ ثانیہ کے بعد نفس کنٹرول میں آجاتا ہے

ایک طالب نے لکھا کہ معصیتوں کا تقاضہ عرصہ تک نفس کے مضمحل رہنے کے بعد اب پھر اسی شدت اور جوش و ہیجان کے ساتھ ہونے لگا جس سے سخت حیران ہوں جواب تحریر فرمایا کہ اکثر اہل طریق کو یہی حالت پیش آتی ہے کچھ گھبرانے کی بات نہیں۔ اُس وقت جو نفس کا مقابلہ کیا جاتا ہے وہ مجاہدہ ثانیہ کہلاتا ہے اور اس مجاہدہ کا اثر ان شاء اللہ تعالیٰ راسخ ہوگا اور شاذ و نادر کسی امر طبعی کا خفیف تقاضہ یہ منافی رسوخ کا نہیں، اس تغیر و تبدل کی مثال حسیات میں ایسی ہے جیسے شب کے اخیر میں تاریکی کے بعد ایک نور ہوتا ہے جس کو صبح کاذب کہتے ہیں۔ ناواقف خوش ہوتا ہے کہ تاریکی گئی۔ پھر دفعتًہ وہ نور زائل ہو جاتا ہے اور تاریکی چھا جاتی ہے مگر تھوڑی ہی دیر میں پھر دوسرا فوراً آتا ہے جس کو صبح صادق کہتے ہیں وہ قائم بلکہ ترقی پذیر ہوتا ہے۔ انہی صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ نفس کو روکنے میں سابق جیسی دشواری اور تنگی پیش نہیں آتی اس پر تحریر فرمایا کہ یہی علامت ہے کہ عود الی الطبیعات ضعیف ہے ورنہ مقاومت دشوار ہو جاتی جیسے پہلے تھی۔ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ حیرانی یہ ہے کہ معمولات بجالانے میں نفس مخالفت نہیں کرتا البتہ معاصی کا تقاضا پیدا کرتا ہے نہ جانے کیا مخفی چال ہے اور احقر اس کی کیا تدبیر کرے، احقر سابقہ ارشاد فرمودہ

معالجات پر بدستور عمل کرتا ہے۔تحریر فرمایا کہ بس یہی تدبیر ہے اسی سے ان شاء اللہ سب شکایتیں دور ہوجائیں گی اور جب کبھی ایسا ہو یہی علاج ہے۔بخار کے موسم میں بعض کو ہمیشہ موسمی بخار ہوتا ہے مگر علاج اس کا یہی ہے کہ بخار کا نسخہ پیا جائے اس کی سعی بیکار ہے کہ بخار ہی نہ آوے۔(اشرف السوانح،جلد/2،صفحہ/222)

اپنے نوکروں ماتحتوں اور کام کرنے والوں سے معافی مانگنے کا طریقہ

اسلام میں انسان کے ماسوی تمام مخلوق کے ساتھ حسن اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے اور ہر ایک کے ساتھ تواضع اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنے کا حکم ہوا ہے۔حتی کہ اپنے غلاموں،نوکروں اور کام کرنے والوں کے ساتھ بھی اچھے سلوک اور تواضع برتنے کی تاکید کی گئی ہے،مگر آج چھوٹے طبقے میں اس قدر شر کا ماحول پیدا ہوگیا ہے کہ اگر مالک اپنے ملازم اور نوکروں کے ساتھ نرم روی اور ان کے ساتھ کسی بھی قسم کی زیادتی ہونے پر معافی کا خواستگار ہو تو وہ مزید شوخ ہوکر مالک کیلئے باعث تشویش اور الجھن ہوجاتا ہے ایسی صورت میں کسطرح کا مالک رویہ اختیار کرے اسی قسم کا سوال حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں کسی سائل نے کیا تھا جس کو حضرت خواجہؒ نے نقل کرنے کے بعد حضرت کا جواب بھی تحریر کیا ہے۔

فرمایا:بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم صریح الفاظ سے معافی مانگیں گے تو یہ گستاخ ہوکر زیادہ نافرمانی کرے گا۔بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ شرمندہ ہوگا اور یہ اس وقت تک عذر ہے جب اس سے تعلق رکھنا چاہیں ان صورتوں میں تو صرف

اس کا خوش کر دینا امید ہے کہ قائم مقام معافی کے ہو جائے گا اور بعض اوقات اس سے تعلق ہی رکھنا نہیں۔ جیسے ملازم کو موقوف کر دیا یا وہ خود چھوڑ کر جانے لگا اس وقت ضروری ہے کہ زیادتی ہو جانے کی صورت میں اس سے صریح معافی مانگی جائے کیونکہ یہاں دونوں عذر نہیں، اس میں اگر رکاوٹ ہو تو میرے نزدیک اس کا سبب ضرور کبر ہے، گو اپنے کو بڑا نہ سمجھے گا مگر کبر کے متضاد پر عمل تو ہوا غایت سے غایت کبر اعتقادی نہ ہوا مگر کبر عملی ضرور ہے اور اگر کوئی کبر کی تقسیم کو تسلیم نہ کرے تب بھی ظلم ہوا جس سے معافی مانگنا واجب ہے تو معافی نہ مانگنے میں اگر کبر کا گناہ نہ ہوا تو ظلم کا تو ہوا۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/233)

صاحب نسبت کس کو کہتے ہیں اور اس کی علامتیں کیا ہیں

ایک طالب کے استفسار پر نسبت کی حقیقت یہ تحریر فرمائی کہ نسبت کے لغوی معنی ہیں لگاؤ اور تعلق اور اصطلاحی معنی ہیں بندہ کا حق تعالیٰ سے خاص قسم کا تعلق یعنی اطاعت دائمہ وذکر غالب اور حق تعالیٰ کا بندہ سے خاص قسم کا تعلق یعنی قبول ورضا جیسا عاشق مطیع اور وفادار معشوق میں ہوتا ہے اور صاحب نسبت ہونے کی یہ علامت تحریر فرمائی کہ اس شخص کی صحبت میں رغبت الی الآخرہ ونفرت عن الدنیا کا اثر ہو اور اس کی طرف دینداروں کی زیادہ توجہ ہو اور دنیا داروں کی کم، مگر یہ پہچان خصوص اس کا جز اول عوام مجوبین کو کم ہوتی ہے اہل طریق کو زیادہ ہوتی ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/237)

حسد کا یہی علاج ہے

حسد کا تعلق بھی اخلاق رذیلہ سے ہے، یہ مرض خاص وعام سب میں کسی نہ کسی درجہ میں ہوتا

ہے اور حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ حسد ایمان اور ایک قلب میں جمع نہیں ہو سکتے، حضرت خواجہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ایک طالب کی درخواست پر حسد کا یہ علاج ارقام فرمایا کہ: جس پر حسد ہوتا ہے اس کی مدح مجمع میں کرنا، وہ سامنے آجائے تو اس کی تعظیم کرنا اور اس کے لئے گاہ گاہ ہدیہ بھیجنا، اس سے محسود کو محبت ہو جاتی ہے اور محبوب پر حسد نہیں ہوتا۔ یہ ایک کلی علاج ہے جو جزئی معالجات سے سہل الوصول اور سریع الحصول ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ۔237)

طلب مقصود ہے وصول نہیں

بسا اوقات آدمی خدا کے جستجو میں مجاہدہ کرتے کرتے تھک جاتا ہے اور یہ سوچنے لگتا ہے کہ خدا کب ملے گا اور میرا مقصد کب پورا ہوگا، آیا میں اللہ کو یاد آیا یا نہیں، میرا مقصود حاصل ہوا یا نہیں، ایسے ہی ایک طالب نے اپنے حالات لکھ کر نہایت حسرت سے حضرت حکیم الامتؒ کو لکھا کہ حضور کب تک راستہ میں پڑا رہوں مجھے بھی پہنچائے جواب تحریر فرمایا کہ الحمد للہ تمکین کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے، اس مکتوب کے مضامین سے بہت مسرت ہوئی ان شاء اللہ یوماً فیوماً مقصود سے قرب ہوتا جائے گا۔

کوئے نومیدی مرو کامید ہاست

سوئے تاریکی مرد خورشید ہاست

(مایوسی کی طرف نہ جا کیوں کہ بڑی امیدیں ہیں اندھیرے کی طرف نہ جا کیونکہ کئی سورج موجود ہیں)

باقی اہل طریق کے یہاں مقرر ہے کہ طلب مقصود ہے، وصول مقصود نہیں، تشریح اس کی یہ ہے کہ مقصود کے حصول کا قلب میں تقاضہ نہ رکھے کہ یہ بھی حجاب ہے، کیونکہ اس تقاضے سے تشویش ہوتی ہے اور تشویش برہم زن جمعیت وتفویض ہے اور جمعیت وتفویض ہی شرط وصول ہے، اس کو خوب راسخ کرلیا جائے کہ روح سلوک ہے۔

(اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/238)

فائدہ: معلوم ہوا کہ وصل خداوندی کو جو شخص مطلوب بنائے گا اس کی دلجمعی اور یکسوئی فوت ہو جائے گی۔

نجات اور قرب بھی کمال پر موقوف نہیں فکر تکمیل پر موعود ہے

بعض لوگ سلوک وطریقت کی راہ میں اس لئے مایوس اور محروم ہو جاتے ہیں کہ وہ کامل بننے کا خواب دیکھتے رہتے ہیں جو کبھی پورا نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی کا ہوا ہے، حالانکہ مطالبہ یہ ہے کہ کمال کی طلب میں مشغول رہنا اچھا ہے اور اسی پر حسن خاتمہ کی بھی امید ہے، آج تک کسی ولی نے تو دور کی بات کسی پیغمبر نے بھی کامل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہر ایک نے اپنے نقص کا ہی اعتراف کیا ہے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب اجازت نے ایک طویل عریضہ حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں لکھا جو اپنی نااہلی اور حالت زار کے حسرتناک حالات سے پر تھا جن کا حاصل یہ تھا کہ عمر قریب ختم پہنچی لیکن دین کے کسی ایک شعبہ کی نسبت بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ صحیح ہے، کس کس حالت کی اصلاح کروں بالخصوص جو

شعبہ مشکل اور زیادہ قابل اہتمام ہے یعنی تکمیل اخلاق اس کا تو نام ہی لینا فضول ہے ،اخلاق کا تو علم بھی پورا نہیں تا بہ عمل چہ رسد۔

بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ نہ جانے دل میں ایمان بھی ہے یا نہیں اور نہ معلوم حق تعالیٰ کا ارادہ میرے ساتھ کیا ہے۔اگر خدانخواستہ کچھ اور ارادہ ہوا تو کیا ہوگا۔یعنی بعض اوقات یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ خیال ہوتا ہے کہ اگر کچھ اور ارادہ نہ ہوتا تو اعمال حسنہ اور اصلاح کی توفیق کیوں نہ ہوتی کم سے کم کوئی ایک شعبہ تو دین کا درست ہوتا۔راتوں کو میری نیند اڑ جاتی ہے جس وقت یہ خیال آتا ہے کہ آخر اس کا انجام کیا ہونا ہے اس وقت سوائے اس کے اس دعا پر اکتفا کرتا ہوں اور کچھ نہیں بن پڑتا۔

غرض خط کیا تھا ایک بہت طویل اور دردناک داستان غم وحسرت۔حضرت والا نے حسب ذیل جواب ارقام فرمایا جس کو مکتوب مفرح القلوب کہنا چاہئے۔اور آخر میں درخواست تھی کہ کوئی ایسی بات ارشاد فرمادیں جو اطمینان بخش ہو حضرت والا نے حسب ذیل جواب ارقام فرمایا جس کو مکتوب مفرح القلوب کہنا زیبا ہے۔

پورا کامل بجز انبیاء کے کوئی نہیں اور وہ کاملین بھی اپنے کو کامل نہیں سمجھتے سب کو اپنے نقص نظر آتے ہیں خواہ وہ نقص حقیقی ہوں یا اضافی اور نقص نظر آنے سے مغموم بھی ہیں اور مغموم بھی ایسے کہ اگر ہم جیسوں پر وہ غم پڑ جائے تو کسی طرح جانبر نہیں ہو سکتے۔کمال کی تو توقع ہی چھوڑنا واجب ہے۔ہاں سعی کمال کی توقع بلکہ عزم واجب ہے اور اس کا یہی رنگ ہوگا جو آپ مشاہدہ کرر ہے ہیں اس کی مثال وہ مریض ہے جس کی تندرستی سے تو مایوسی ہے مگر فکر صحت اور اس کی تدبیر کا ترک جائز نہیں سمجھا جاتا اور نجات بلکہ قرب

بھی کمال پر موقوف نہیں ،فکر تکمیل پر موعود ہے۔ واللہ لا یخلف المیعاد۔ اسی طرح سے عمر ختم ہو جائے تو اللہ کی بڑی رحمت اور بڑی نعمت ہے۔ وہذا معنی ما قال الرومیؒ ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش

تا دمے آخر دمے فارغ مباش

اس راہ میں کھود کرید کرتا رہ اور آخر دم تک ایک لمحہ بھی فارغ نہ رہ۔

تا دمے آخر دمے آخر بود

کہ عنایت با تو صاحب سر بود

تا کہ آخری لمحہ میں آخری آخری کوشش ہو اور نسبت والے کی عنایت تجھ پر قائم رہے۔

سب سے اخیر میں خواہ اس کو اظہار حال کہئے یا آپ کی ہمدردی یا رفع التباس جو چاہے نام رکھئے یہ کہتا ہوں کہ میں بھی کشمکش میں ہوں اگر اس کو مبارک سمجھتا ہوں جس کا یہ اثر ہے کہ یہ نہیں سمجھ سکتا ہے کہ خوف کو غالب کہوں یا رجاء کو مگر مضطر ہو کر اس دعا کی پناہ لیتا ہوں جس سے کچھ ڈھارس بندھتی ہے۔ اللهم كن لي واجعلني لك۔

(اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/240)

اللہ کو پانے اور نیک بننے کے لئے اہل اللہ کی صحبت ضروری ہے

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رہ قلندر کی حقیقت تو بیان ہو چکی مگر اس کا طریق عمل بیان کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ محض حقیقت کا معلوم ہونا عمل کے لئے کافی نہیں، لہذا رہ قلندر کی تحصیل کا طریق بھی بیان کرتا ہوں کہ وہ ایسا طریق ہے

جو محبت اور عمل دونوں کا جامع ہے، پس ان دونوں چیزوں کی تحصیل کا طریق معلوم ہونا چاہئے سو عمل کے لئے تو خیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمت کرو عمل ہو جائے گا پس اس کا یہی طریق ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ محبت کیونکر پیدا ہو تو لیجئے میں اس کا ایک نسخہ لاکھوں روپیہ کا مفت بتائے دیتا ہوں وہ نسخہ مرکب ہے چند اجزاء سے اور وہ سب چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں غور سے سنئے وہ چند چیزیں، ہیں سب سے اول ہے عمل، کیونکہ عمل میں خاصیت ہے محبت پیدا کرنے کی اور اس کو بہت بڑا دخل ہے محبت پیدا کرنے میں چاہے تجربہ کرلو روز روز کسی کے پاس جایا کرو دیکھو محبت پیدا ہو جائے گی، پہلے تھوڑی ہوگی پھر جاتے جاتے ایسا تعلق ہو جائے گا کہ بہت ہی زیادہ، غرض یہ مسلّم امر ہے کہ میل جول جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی زیادہ محبت ہوگی، وہ جو کہتے ہیں پالے کی محبت، اس کی یہی تو اصل ہے۔ غرض نیک عمل میں یہ برکت ہے کہ اس سے محبت حق پیدا ہو جاتی ہے۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم مدت سے نیک عمل کر رہے ہیں مگر محبت پیدا نہیں ہوئی۔

جواب یہ ہے کہ نیک عمل کے مفہوم میں ایک یہی چیز تو نہیں کہ بس عمل کرلیا۔ بلکہ وہ مرکب ہے اور اجزاء سے بھی، ایک جز تو عمل کرنا ہے، دوسرا جز یہ ہے کہ عمل کو اس طریق کے مطابق کیا جائے مثلاً صرف ٹکریں مارنے کو نماز نہیں کہتے۔

نیک عمل جس طرح کیا جاتا ہے اور جس کا مامور بہ طریق ہے اس طریق سے اس کو کرو۔ پھر دیکھو محبت کیسے نہیں پیدا ہوتی۔ تیسری وجہ اثر نہ ہونے کی یہ ہے کہ تم نے عمل کو صرف عادت سمجھ کر کیا اور اس کی نیت سے نہیں کیا کہ اللہ کی محبت بڑھ جائے، عمل

میں یہ نیت نہیں کی کہ اے اللہ آپ کی محبت پیدا ہو جائے سو اس نیت سے عمل کرو پھر نیک عمل میں بہ نیت ازدیاد محبت استقامت کے ساتھ مشغول رہو۔ دوسری بات ضروری یہ ہے کہ اللہ کا نام لو جی لگا کر یعنی تھوڑا تھوڑا اللہ اللہ بھی کرو۔ تیسری بات یہ ہے کہ اور بہت ہی ضروری ہے کہ اہل محبت کی صحبت اختیار کرو اس سے لوگ بھاگتے ہیں اول تو اس طرف توجہ ہی نہیں کہ کسی بزرگ کی خدمت میں جا کر رہیں۔

بس تھوڑی سی کتابیں پڑھ لیں اور سمجھ لیا کہ ہم کامل مکمل ہو گئے۔ بھلا نری کتابوں سے بھی کوئی کامل مکمل ہوا ہے ہاں تم مکمل تو ہو گئے یعنی کمبل پوش باقی نہ کامل ہوئے نہ مکمل۔ ارے بھائی موٹی بات ہے کہ بلا بڑھئی کے پاس بیٹھے کوئی بڑھئی نہیں بن سکتا حتیٰ کہ اگر بسولہ بھی بطور خود ہاتھ میں لے کر اٹھائے گا تو وہ بھی قاعدے سے نہیں اٹھایا جا سکے گا۔ بلا درزی کے پاس بیٹھے سوئی کے پکڑنے کا اندازہ بھی نہیں آتا۔ بلا خوشنویس کے پاس بیٹھے ہوئے اور بلا قلم کی گرفت اور خط کی کشش کو دیکھے ہوئے ہرگز خوش نویس نہیں ہو سکتا، غرض بدوں صحبت کامل کے کوئی کامل نہیں بن سکتا، لہٰذا پیر کامل کی صحبت لازمی ہے۔ پھر تو ایسا ہوتا ہے کبھی مرید پیر سے بھی بڑھ جائے مگر ابتداء میں تو کسی شیخ کامل کی صحبت کے بغیر چارہ نہیں اور آج کل اسی کی ضرورت کسی کی سمجھ میں نہیں آتی۔ کبھی کسی مصلح کے پاس گئے بھی تو وہاں تو ہوتی ہے اصلاح۔

پہنچتے ہی لتاڑ پڑنا شروع ہو گئی تو اب یہ حضرت گھبرائے کہ میاں کس مصیبت میں آپ پھنسے ہم تو آئے تھے بزرگ سمجھ کر انہوں نے لتاڑنا ہی شروع کر دیا یہ کیسے بزرگ ہیں کیسے اللہ والے ہیں؟

اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی معدہ کا مریض طبیب کے پاس جا کر کہے کہ دیکھو جی ہم اپنے گھر حلوے کھایا کرتے تھے، حلوے ہی ہمارے لئے تجویز کرنا، ذرا حماقت تو دیکھئے حالانکہ خدا کے فضل سے آپ کو دست بھی ہو رہے ہیں۔ معدہ بھی خراب ہے ہضم بھی درست نہیں، یہ تو حضرت کی حالت اور حلوے کی فرمائش طبیب بھلا اس کی کیا رعایت کرتا۔ اس نے اس کی حالت کے مناسب کڑوا مسہل تجویز کیا اور جب اس نے پینے سے انکار کیا اور تین پانچ کی تو گرا کر زبردستی چمچوں کے ذریعہ سے پلا دیا لیکن اس نے قصداً قے کر کے سارے پیئے ہوئے مسہل کو پیٹ سے نکال دیا، آپ قے کرتے جاتے ہیں اور بڑبڑاتے جاتے ہیں کہ واہ جی ہم تو اپنے گھر حلوے کھایا کرتے تھے۔ حکیم جی نے نہ جانے کیا الا بلا پلا دی۔ کاش کوئی خیر خواہی سے کہتا کہ ارے بے وقوف تو کیا سمجھے تجھے جو اس وقت کڑوا مسہل پلا رہا ہے تو تیرے ساتھ وہ دشمنی نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ اصل وہ تجھے حلوے کھانے کے قابل بنا رہا ہے۔ ابھی تیرا معدہ حلوے کے قابل نہیں۔ ایسی حالت میں حلوے کھانے سے تجھے دست ہو رہے ہیں، تو حضرت اصلاح تو اصلاح کے طریقے سے ہوتی ہے، تم جو شیخ کے پاس اصلاح کی غرض سے آتے ہو تو اس کی سختی اور لتاڑ کو برداشت کرو اور اگر برداشت نہیں ہے تو اصلاح کی درخواست ہی نہ کرو۔ بھائی وہاں تو اصلاح اصلاح ہی کے طریقہ سے ہوگی۔ پھوڑا لے کر گئے ہو تو نشتر لگے ہی گا اب وہاں تو نشتر لگانا ضروری اور یہاں یہ حال ؎

تو بیک زخمے گریزانی ز عشق

تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق

تو ایک زخم لگنے سے ہی عشق سے بھاگنے لگا ہے تو عشق کے نام کے سوا کچھ بھی نہیں جانتا۔ بس نام ہی نام ہے عشق کا ایک زخم لگا تھا کہ بھاگے۔ وہاں کا۔

تو ادب یہ ہے کہ ؎

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش
سست در یزندہ چو آب گل و مباش
ور بہ ہر زخمے تو پر کینہ شوی
پس کجا بے صقیل آئینہ شوی

اگر تو ہر چوٹ پر غصہ ہوتا ہے تو تو بغیر رگڑائی کے کس طرح صاف ہوگا، یہ مصیبت ہوگئی ہے، تو حضرت بڑا وظیفہ اصلاح کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ نرے وظیفے والے پیروں سے واللہ ثم واللہ جو کبھی اصلاح ہو، اصلاح تو ہوتی ہے اصلاح کے طریقہ سے، تو اہل محبت کے پاس جاؤ اور وہ جو کہیں وہ کرو۔

تھوڑے دنوں میں دل نور سے معمور ہوجائے گا اور خدا کی قسم اس قدر محظوظ ہوگے کہ تمہاری نظر میں پھر سلطنت کی بھی کچھ وقعت نہ رہے گی حضرت حافظ فرماتے ہیں ؎

چو بیخود گشت حافظ کے شمارد
بہ یک جو مملکت کاؤس وکے را

جب حافظ بیخود ہوگیا ہے تو وہ بادشاہوں کی حکومت کو ایک جو کے برابر بھی نہیں سمجھتا، آگے حضرت حکیم الامت کا امت کا درد دل دیکھئے، مشکوۃ نبوت سے قلب پرنور کے کیا کلمات الہام وارد ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں: جناب میرے پاس قسم سے زیادہ کوئی

ذریعہ یقین دلانے کا نہیں، اے صاحب میں مکرر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو اس طریق سے اللہ کی محبت حاصل کر لے گا وہ ایسا ہو جائے گا پھر اس کو نہ موت کا خوف ہوگا، نہ ذات الجنب کا نہ نمونیہ کا، نہ بخار کا، نہ قحط کا، نہ وباء کا، کوئی غم نہ رہے گا۔ بس بالکل جنت کی سی حالت ہو جائے گی، ہاں غم ہوگا تو ایک کہ اللہ میاں تو ناراض نہیں، خدا کے نزدیک میں کیسا ہوں، نہ جانے وہ مجھ سے راضی ہیں یا ناراض، بس اس غم کے سوا اور کوئی غم نہ ہوگا، مگر یہ غم ایسا لذیذ ہے کہ ہزاروں خوشیاں اس پر نثار اس شخص سے اگر کوئی کہنے لگے کہ لاؤ تمہارا یہ غم تو ہم لے لیں اور اس کے عوض اپنی ساری خوشیاں تمہیں دیدیں تو کبھی نہ بدلے گا۔ تو حضرت یہ دولت ملے گی اہل اللہ کے پاس جانے اور ان کی اتباع کرنے سے۔ تو حاصل طریق کا یہ ہے کہ اعمال میں ہمت کر کے شریعت کا پابند ہو ظاہراً و باطناً اور اللہ اللہ کرو۔

اور کبھی اہل اللہ کی صحبت میں جایا کرو اور ان کی غیبت میں جو کتابیں وہ بتائیں ان کو پڑھا کرو۔ جی یہ چار چیزیں ہیں میں ٹھیکہ لیتا ہوں کہ جو ان چار پر عمل کر کے دکھلا دے گا وہ یحبہم و یحبونہ کا مصداق یعنی اللہ تعالیٰ کا محبوب اور محب ہو جائے گا۔ ضرور ہو جائے گا ضرور بالضرور ہو جائے گا۔

تو صاحب اب اختیار ہے جو چاہے عمل کر کے دیکھ لے اور تجربہ کر لے اور اس کی ضرورت نہیں کہ مرید ہو جاؤ، اجی کس کی پیری مریدی لئے پھرتے ہو یہ تو پکھنڈ ہے۔ بیعت کی ضرورت نہیں۔ اصل چیز بیعت کی روح یعنی اتباع ہے غرض مرید ہونے کی ضرورت نہیں پیر کے کہنے کے مطابق کام شروع کردو۔ بس ہو گیا تعلق۔ واللہ وہی نفع ہوگا جو پیری مریدی میں ہوتا ہے۔ اب لوگوں کا عجب حال ہے کہ کام بتاؤ تو نہ

کریں بس بیعت کا نام کرنا چاہتے ہیں۔بیعت کیا ہے محض رسم ہی رسم رہ گئی ہے ،چنانچہ جو پیر ایسے ہیں کہ مرید تو کر لیتے ہیں لیکن کام کچھ نہیں بتلاتے ان سے تو لوگ بہت خوش ہیں اور میں مرید کرتا ہوں لیکن کام بتلاتا ہوں تو مجھ سے ناراض ہیں۔یوں سمجھ رکھا ہے کہ وہ جو بھید ہیں فقیری کے وہ جو انچھر ہیں پریم کے وہ مرید ہی کو بتائے جاتے ہیں۔یہ خیال ہے کہ مرید کرتے ہی پیر بس پریم کے دو انچھر بتادے گا اور اللہ والے ہو جائیں گے دھرے تھے انچھر دھرے تھے بھید ڈلے پتھر میاں خدا رسول کا نام لو اور احکام بجالاؤ۔بس یہی انچھر ہیں۔

اصلاح نفس کے طریقے پیر سے پوچھو یہی بھید ہیں اگر کوئی کہے کہ باطنی طریق بس یہی ہے تو ہم بہ آواز دہل کہیں گے کہ ہاں یہی ہے اور اس طریق میں کبھی بڑے بڑے حالات پیش آئیں گے بڑی بڑی کیفیات بھی طاری ہوں گی یہ سب ہوگا مگر یہ مقصود نہیں۔بھائی حالات تو سڑک کے پھولدار درخت ہیں۔نظر آئے تو کیا نہ نظر آئے تو کیا سڑک تو بہر حال قطع ہوگی۔درختوں اور پھولوں کا نظر نہ آنا سڑک کے قطع ہونے کے لئے ضروری نہیں،نظر پڑے گی تب قطع ہوگی،نہ نظر پڑے گی تب قطع ہوگی،بس چلتے رہنا شرط ہے اور بعضوں کو یہ درخت اور پھول عمر بھر بھی نظر نہیں آتے۔واللہ جن حالات کو آپ بڑا کمال سمجھتے ہیں،طریق میں بس ایسے ہیں جیسے سڑک پر دوطرفہ گلاب اور بیلے کے درخت لگے ہوں۔کبھی نیچی نظر کر کے چلتے ہیں تو کیا راستہ قطع نہیں ہوتا ۔راستہ تو برابر قطع ہوتا ہے چاہے درخت نظر پڑے،یا نہ پڑے افسوس تصوف کا ناس کر دیا ہے ان جاہل صوفیوں نے اور فقیری کو ہوا بنا رکھا ہے۔کہتے ہیں کہ چلے کھینچو

، بیوی کو طلاق دے دو، اولاد کو عاق کردو، دروازہ کو تیغا کردو، چالیس چنے رکھ لو اور ایک چنا روز کھاؤ۔ بدوں اس کے اصل فقیری ملتی ہی نہیں میں کہتا ہوں واللہ دوشالوں میں۔ گدے تکیوں میں، سلطنت میں، مرغن کھانوں میں فقیری ملتی ہے مگر گھر میں نہیں شیخ کامل کی خدمت میں ملتی ہے، چنانچہ حضرت فرید الدین عطاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی شان اتنی بڑی ہے کہ مولانا رومؒ جیسے عارف کی ان کے بارے میں یہ رائے ہے ؎

ہفت شہر عشق را عطار گشت

ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

عطار نے عشق کے سات شہر گھوم لئے اور ہم ابھی تک ایک گلی کے موڑ میں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں ؎

گر ہوائے ایں سفر داری دلا

دامن رہبر بگیر و پس بیا

اے دل اگر تو اس سفر کی خواہش رکھتا ہے تو راہبر کا دامن تھام اور واپس لوٹ۔

در ارادت باش صادق اے فرید

تا بیابی گنج عرفاں را کلید

اے فرید طلب میں سچا ہوجا تاکہ تو معرفت کے خزانہ کی چابی پالے۔

بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق

عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

جو عشق کی راہ میں بغیر رفیق کے چلا اس کی عمر گذر گئی اور وہ ابھی عشق سے واقف بھی نہ ہوسکا۔

مگر شیخ کامل ہونا چاہئے اور کامل شیخ کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا پورا متبع ہو۔ بدعت اور شرک سے محفوظ ہو، کوئی جہل کی بات نہ کرتا ہو، اس کی صحبت میں بیٹھنے کا یہ اثر ہو کہ دنیا کی محبت گھٹتی جائے اور حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی جائے اور جو مرض باطنی بیان کرو اس کو بہت توجہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے اور جو علاج تجویز کرے اس علاج سے دمبدم نفع ہوتا چلا جائے اور اس کی اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی چلی جائے یہ علامت شیخ کامل کی ہے۔

ایسا شخص اگر مل جائے تو وہ اکسیر اعظم ہے۔ تو یہ ہے طریقہ محبت پیدا کرنے کا۔ اس سے تو ہوگی محبت۔ آگے رہا عمل، تو اس کے لئے ضرورت ہوگی ہمت کی۔ اب ایک اور غلطی میں لوگ مبتلا ہیں کہ پیر بنا کر اس کو پلہ دار اور مدار اعمال کا سمجھتے ہیں اس میں ان کا قصور نہیں کیونکہ ان کو بہکایا ہے دکانداروں نے، انہوں نے جاہلوں کو یہ پٹی پڑھا رکھی ہے کہ تمہیں کچھ عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ سب ہمیں کرلیں گے بس اب وہ سچے پیروں سے بھی یہی توقع رکھتے ہیں، چنانچہ میرے پاس خطوط آتے ہیں کہ صاحب تہجد کے لئے آنکھ نہیں کھلی دعا کردو کہ آنکھ کھلا کرے میں کہدیتا ہوں کہ اچھا میں اس شرط پر دعا کروں گا کہ آپ میرے لئے ایس دعا کر دیجئے کہ میری ایسی ٹانگیں ہو جائیں کہ میں روز کلکتہ پہنچ کر اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو اٹھا دیا کروں۔ بیوقوف ہوے ہو۔ اگر آنکھ نہیں کھلی تو میں کیا کروں۔ میاں اٹھو کسی طرح اور اگر کسی طرح نہیں اٹھا جاتا تو عشاء کے بعد ہی تہجد کی رکعتیں پڑھ لیا کرو۔ غرض ہر چیز کا علاج ہے۔

بعضے کہتے ہیں کہ وظیفہ پورا نہیں ہوتا کوئی ایسی توجہ دیجئے کہ وظیفہ پورا ہوجایا کرے، بس

سارے کام توجہ ہی سے چلانا چاہتے ہیں۔لاؤ میں توجہ کی حقیقت ظاہر کروں۔

صاحبو! کہیں دوسروں کی توجہ سے بھی کام چلتا ہے، جب تک کہ خود توجہ نہ کرے، اور ہمت سے کام نہ لے، سارا کام ہمت پر موقوف ہے، بیوقوف یہ سمجھتے ہیں کہ بس سب کچھ پیروں کے ہاتھ میں ہے، پیر تو بیچارے کیا چیز ہیں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو طالب کے لئے بہت چاہا کہ مسلمان ہو جائیں مگر ہدایت نہیں ہوئی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا آپ کو ارشاد ہوا **انك لا تهدی من احببت ولكن الله يهدی من يشآء**۔یعنی آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے، بلکہ اللہ تعالیٰ جن کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔لیجئے جب خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی توجہ سے ہدایت نہ کر سکے تو پیر بیچارے تو کیا کرتے دیکھا آپنے۔اب تو صاحبو! آپ کو توجہ کی حقیقت معلوم ہوگئی۔

غرض یہاں تو جو کچھ حاصل ہوتا ہے کام کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور تم چاہتے ہو کہ کچھ نہ کرنا پڑے، پیر کی توجہ ہی سے سب کام بن جائے اور کمال حاصل ہو جائے ،ارے بھائی جن سے یہ درخواست ہے پہلے ان سے تو تحقیق کر لو کہ انہیں جو کمال حاصل ہوا ہے کاہے سے حاصل ہوا، حضرت چکی پیسنے سے حاصل ہوا ہے، پہلے چکی پھر آٹا نکل آیا، پھر پانی ڈال کر آٹا گوندھا پھر روٹی بنا کر توے پر ڈالی پھر وہ پک گئی پھر کھالی، اب تم چاہتے ہو کہ کرنا تو کچھ نہ پڑے اور پیٹ بھر جائے تم چاہتے ہو کہ ایسا پیر ملے جو پکی پکائی کھلا دے لیکن ایسا نہ ہوگا۔

ایں خیالست و محالست و جنوں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پکی پکائی کھلائی ہی نہیں اور کسی کی تو کیا ہستی ہے اور کیا

مجال ہے۔حضور تو غایت شفقت سے بہت چاہتے تھے کہ پکی پکائی ہی کھلا دیں مگر غیرت حق اور مصلحت دین کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہ دی تو بھائی خوب سمجھ لو کہ کام کرنے ہی سے کام چلے گا۔

بس طریق یہی ہے کام کرو محنت کرو خدا برکت دے گا اگر کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو تو بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ کام کرو اور محنت کرو جیسا کہ یجاہدون فی سبیل اللہ سے میں ثابت کر چکا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ جو پیر ایسا کامل مکمل ہو اور جس میں مذکورہ علامتیں ہوں اس کی خدمت میں رجوع کرو لیکن بیعت پر اصرار نہ کرو۔درخواست پر اگر وہ کر لے اس کی عنایت ہے باقی تم اس کو دق نہ کرو۔پھر جو وہ کہے کرو۔اگر محنت کراوے محنت کرو ذکر و شغل کراوے ذکر و شغل کرو۔غرض اس کی فکر میں لگ جاؤ کہ کسی کامل کی صحبت میسر آئے ۔اب آخر میں یہ عرض ہے کہ مقصود میں کوتاہی کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں، ایک تو وہ جو عمل میں کوتاہی کرتے ہیں، ان کو چاہئے کہ اپنے قصد کو پختہ کریں اور ہمت سے کام لیں۔دوسرے وہ ہیں جن میں محبت کی کمی ہے وہ اہل محبت کی صحبت اختیار کریں غرض یہ دونوں چیزیں لازم طریق ہیں۔ایک عمل دوسری محبت اول میں ہمت کی ضرورت ہے۔دوسری میں اہل اللہ کی صحبت اور ان کی اتباع کی۔(اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/251)

میں نے اصلاح کا کام اپنے ذمہ کیوں لیا؟

حضرت والا محض فقہی مسائل پوچھنے پر اکثر طالبین کو تنبیہ فرما دیتے ہیں کہ کیا یہ

مسائل اور اہل علم سے نہیں پوچھے جاسکتے اس فن کے تو مجھ سے بھی بہتر جاننے والے بہت لوگ موجود ہیں۔ مجھ سے تو اپنی اصلاح کے متعلق باتیں پوچھی جائیں جن کے لئے مجھ سے تعلق پیدا کیا ہے۔اس کا راز یہ فرمایا کہ فقہی مسائل پوچھ کر طالبین یہ سمجھتے ہیں کہ بس ہم نے حق بیعت اور حق تعلق ادا کردیا، اپنی اصلاح نفس کی طرف توجہ نہیں کرتے، چنانچہ فلاں صاحب ہمیشہ مجھ سے مسائل فقہیہ ہی کی تحقیق کیا کرتے، بہت دن تک تو میں ان کی خاطر سے جواب دیتا رہا لیکن جب میں نے دیکھا کہ وہ بس اسی پر اکتفاء کرتے ہیں اپنی اصلاح نفس کے متعلق کوئی بات نہیں پوچھتے۔سوائے اس کے کہ ہمیشہ کمی کیفیات کی شکایت لکھا کرتے تو میں نے ان کو ضرر باطنی سے بچانے کے لئے فہمائش کی اور صاف کہدیا کہ تم مجھ سے یہ خدمت تحقیق مسائل کی نہ لو۔ مجھ سے تو وہ خدمت لو جس کے لئے مجھ سے تعلق پیدا کیا ہے یعنی اصلاح باطن، لیکن چوں کہ مسائل فقہیہ کی تحقیق بھی ضروری چیز ہے اس لئے اس کام کے لئے مولانا خلیل احمد صاحب ؒ کو تجویز کرلو۔ مولانا اس وقت زندہ تھے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔اب مجھے خط بھیجیں تو کیا لکھیں سوائے اس کے کہ اپنی اصلاح کے متعلق لکھیں، غرض مجبور ہوکر انہیں اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا پڑا جس سے ان کو بہت نفع ہوا یہاں تک کہ بفضلہٖ تعالیٰ صاحب نسبت اور صاحب اجازت ہو گئے۔اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ ماشاءاللہ فتوی نویسی کا کام تو بہت جگہ ہو رہا ہے اور اس فن کے بفضلہٖ تعالیٰ مجھ سے کہیں بہتر جاننے والے بکثرت موجود ہیں لیکن اصلاح باطن کا کام اہتمام خاص کے ساتھ آج کل کہیں نہیں ہو رہا ہے اس لئے ضرورت دیکھ کر میں نے اپنے ذمہ یہی خدمت لے رکھی ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/296)

بلا کشف وکیفیات وغیرہ کے جو سلوک ہوتا ہے وہ زیادہ اسلم ہوتا ہے

ایک بار فرمایا کہ کشف اور احوال ومواجید وغیرہ راہ سلوک میں کوئی چیز نہیں بلکہ یہ چیزیں اکثر موانع طریق ہوجاتی ہیں ان کا نہ ہونا زیادہ اچھا اور بے خطر ہے، لوگ خواہ مخواہ ہوس کرتے ہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص تو سواری گاڑی میں سفر کررہا ہے جو ہر اسٹیشن پر ٹھہرتی ہوئی دلّی پہنچتی ہے اور جس کی کھڑکیاں بھی کھلی ہوئی ہیں وہ شخص خوب سیر کرتا ہے اور راستہ کے مناظر دیکھتا ہوا ٹونڈلہ وغیرہ بیچ کے اسٹیشنوں پر ٹھہرتا اور اترتا ہوا دلّی پہنچا۔ دوسرا اسپیشل کی ٹرین میں سوار کھڑکیاں بند کانپور سے جو چلا تو دھڑ دھڑ سیدھا دلی میں آکر اترا اب اس کو راستہ کے مناظر کی کچھ خبر ہوئی نہ بیچ کے اسٹیشنوں کا کچھ پتہ چلا اگر وہ دوسرے شخص سے راستہ کے مناظر اور اسٹیشنوں کا حال سن کر یہ استدلال کرے کہ معلوم ہوتا ہے میں دلّی پہنچا ہی نہیں کیونکہ مجھے راستہ میں یہ چیزیں پڑی ہی نہیں تو یہ اس کی ناشکری اور لاعلمی ہے کیونکہ وہ تو اسپیشل اٹرین میں سوار ہوکر جو سواری گاڑی سے کہیں زیادہ تیز رفتار ہوتی ہے چند گھنٹوں میں دلی پہنچ گیا اور دوسرا شخص بہت دیر میں پہنچا کیونکہ وہ سواری گاڑی میں آیا جس کی رفتار بھی کم تھی اور راستہ میں بھی جگہ جگہ ٹھہرتی ہوئی بھی آئی ، بلکہ سواری گاڑی والے کے لئے یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ کسی بیچ والے اسٹیشن کے نقش ونگار کو دیکھ کر وہیں نہ اتر پڑے اور اس کو عمر بھر بھی دلی پہنچنا ہی نصیب نہ ہو۔ اسی طرح بعض سالکین انوار حق کو مقصود سمجھ کر انہی میں مشغول رہتے ہیں آگے نہیں بڑھتے اس لئے بلا کشف وکیفیات وغیرہ کے جو سلوک ہوتا ہے وہ زیادہ اسلم ہے۔

کشف وغیرہ بعض صورتوں میں نہایت خطرناک ہوتا ہے، چنانچہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حجاب نورانی حجاب ظلمانی سے بھی زیادہ اشد ہوتا ہے، کیونکہ حجاب ظلمانی میں تو سالک کو اس وجہ سے کوئی دھوکہ نہیں ہوتا کہ اس کا مخل مقصود ہونا بالکل ظاہر ہے بخلاف حجاب نورانی کے کہ اس کی نورانیت سے دھوکہ کھا کر سالک اسی کو مقصود سمجھنے لگتا ہے۔

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ باوجود اس روک تھام کے بفضلہٖ تعالیٰ ہر قسم کی کیفیات محمودہ کا ورود بھی حضرت والا کے یہاں طالبین پر بکثرت ہوتا رہتا ہے، چنانچہ گریہ وخندہ، جوش وخروش، ذوق وشوق، وجد وحال، ہیبت وانس، قبض وبسط، وغیرہ سبھی قسم کے حالات منتسبین پر آئے دن طاری ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ایک زمانہ میں ایک ذاکر پر تہجد کے وقت ذکر میں اس قدر غلبہ حال ہوتا تھا کہ سب ذاکرین پریشان ہوجاتے تھے بالآخر ایک روز خود شب کو خانقاہ ہی میں رہے اور ذکر کے وقت ان صاحب حال کو خود اپنے پاس بٹھایا اور جب ان پر کیفیت وجد طاری ہونے لگی وہ اٹھ کر بھاگے ادھر حضرت والا بھی ان کے پیچھے پیچھے چلے اور ان کو پکڑ کر علاجاً زور سے ایک دھول رسید کی اور زور سے ڈانٹا کہ بڑے صاحب حال بنا ہے، بس سارا جوش وخروش تیرے ہی تو حصہ میں آ گیا ہے، دیکھ میں آج تیرا سب جوش وخروش نکالے دیتا ہوں۔ چونکہ وقعت نہ دینے سے بھی غلبہ حال فرو ہوتا ہے اس لئے فوراً ان کا سب جوش وخروش جاتا رہا اور پھر کبھی نہیں ہوا ۔چنانچہ عرصہ کے بعد حضرت والا سے کلکتہ میں ملے تو کہا کہ اس روز کے بعد پھر کبھی کیفیت سے مغلوب نہیں ہوا۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/308)

ثمرات وکیفیات اورخوابوں میں کیا رکھا ہے

حضرت والا طالبین کوثمرات وکیفیات سے بتاکید شدید بالکل یکسور کھتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ ثمرات کی روح اجروقرب ہے بس اس ثمرہ پر نظر رکھنا چاہئے اور کسی ثمرہ کا منتظر نہ رہنا چاہئے بلکہ جتنے زوائد طریق ہیں ان سب کے متعلق معاملہ ہی ایسا فرماتے ہیں کہ طالب کومجبوراًان سے ہٹ کرضروریات ومقاصد طریق میں مشغول ہونا پڑتا ہے۔

مثلاً کسی نے کوئی خواب بغرض تعبیر پیش کیا تو بجائے بتانے کے اکثر یہ فرمادیتے ہیں کہ مجھے تعبیر خواب سے مناسبت ہی نہیں مجھ سے تو بیداری کی باتیں پوچھی جائیں ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

نہ میں رات ہوں اور نہ رات کا پجاری ہوں کہ خواب کی باتیں کہوں چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں اس لئے سب آفتاب ہی کی باتیں کرتا ہوں خوابوں میں کیا رکھا ہے بیداری کی حالت کا اعتبار ہے جو اختیاری ہے اگر کوئی اپنی بیداری کی حالت درست نہ کرے تو خواب میں اپنے آپ کو عرش وکرسی کی بھی سیر کرتے ہوئے دیکھے تب بھی اس کو ذرابرابر قرب نصیب نہیں ہوتا۔اور اگر کسی کی بیداری کی حالت بدرجہ مطلوب درست ہے تو چاہے خواب میں اپنے کو دوزخ ہی میں دیکھے پھر بھی وہ مقرب ہے۔لیکن اس سے خواب کی نفی مقصود نہیں بلکہ عوام نے جو خوابوں کو مبشرات کے درجہ سے بھی آگے بڑھا دیا ہے اس سے متنزل کرنا ہے۔ایک شخص نے کہا پہلے رونا بہت

آیا کرتا تھا اب نہیں آتا تو فرمایا: آنکھ کا رونا مطلوب نہیں، دل کا رونا مطلوب ہے وہ حاصل ہے، یعنی نہ رونے پر افسوس۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/306)

زیادہ بولنے سے دل بے رونق ہو جاتا ہے

حضرت عطار فرماتے ہیں:

دل ز پر گفتن بمرید در بدن
گرچہ گفتارت بود در عدن

زیادہ باتیں کرنے سے جسم میں دل مردہ ہو جاتا ہے اگرچہ تری باتیں عدن کے موتی کیوں نہ ہو۔

واقعی جب چاہو تجربہ کرلو زیادہ بولنے سے دل بے رونق ہو جاتا ہے جیسے اگر ہانڈی میں ابال آئے اور اس کی روک تھام نہ کی جائے تو بس سارا مصالحہ نکل جائے گا اور ہانڈی پھیکی رہ جائیگی، اگر اچھی اچھی باتیں بھی بلا ضرورت کی جائیں تو ان کا بھی یہی اثر ہوتا ہے، پھر فرمایا کہ عموماً تو کلام کی تین قسمیں سمجھیں جاتی ہیں ایک نافع ایک مضر ایک فضول یعنی نہ نافع نہ مضر لیکن باعتبار مآل کے میرے نزدیک صرف دو ہی قسمیں ہیں نافع اور مضر۔

کیونکہ جو کلام نافع ہو نہ مضر ہو وہ بھی آخر میں مضر ہی ثابت ہوتا ہے، جو شخص فضولیات میں مشغول ہوگا عادۃً وہ ضروریات میں ضرور کوتاہی کرے گا اور صرف ہنسنا بولنا ہی نہیں بلکہ جتنے بھی مباحات ہیں ان سب کی کثرت مضر ہے، لیکن اگر کثرت نہ ہو بلکہ مباحات میں اعتدال کے ساتھ اشتغال ہو تو پھر وہ بجائے مضر ہونے کے نافع ہیں، خصوص جب وہ

اشتغال کسی مصلحت پر مبنی ہو، کیونکہ اس اشتغال سے طبیعت میں نشاط ہوتا ہے اور نشاط سے طاعات میں اعانت و سہولت ہو جاتی ہے، جس وقت مباحات کے اشتغال سے قلب کے اندر کدورت پیدا ہونے لگے تو سمجھ لے کہ اب مضر کا درجہ پہنچ گیا ہے فوراً الگ ہو جائے لیکن یہ معیار اسی کے لئے ہے جس کے قلب کے اندر صحبت شیخ پیدا ہو گیا ہو باقی مبتدی اپنے لئے۔ بطور خود کچھ تجویز نہ کرے بلکہ شیخ سے اپنی ہر حالت کی فرداً فرداً اطلاع کر کے ہر حالت کے متعلق جزئی طور پر طریق عمل دریافت کرتا رہے اور جس حالت کے متعلق جو طریق عمل وہ تجویز کرے اسی پر کاربند رہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/311)

کیفیات کے چکر میں مرید نہ پڑے

میرے سلسلہ کے بعض حضرات اہل علم ہونے کے باوجود مجھے اطلاع دیتے ہیں کہ معمولات کا تو اہتمام ہو رہا ہے مگر وہ کیفیت درد جو ہونا چاہئے وہ نہیں ہو رہا ہے وہ لطف اور لذت جس میں ہم کھو جائیں گے حاصل نہیں، اس کا جواب آپ خود حضرت حکیم الامتؒ کے ارشاد سے حاصل کیجئے، حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں: کیفیات کا درجہ تو بس ایسا ہے جیسے شروع میں بچوں کو پڑھنے کا شوق دلانے کے لئے مٹھائی دیتے ہیں۔ یہی مراد ہے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے **تلك خيالات تربى بها اطفال الطريقه**۔ بعض مبتدیوں کو جو اطفال طریق ہیں راہ پر لگانے کے لئے ذوق و شوق وغیرہ کی کیفیات عطا فرما دی جاتی ہیں۔

حضرت والا تو اس کیفیت کے متعلق بھی جو ساری کیفیات سے افضل ہے یعنی رسوخ

ایک عالی مرتبت اہل علم کو تحریر فرماتے ہیں کہ رسوخ کی طرف التفات نہ فرمایا جائے، رسوخ سے مقصود عمل ہے، عمل سے رسوخ مقصود نہیں، اگر عمل بلا رسوخ ہوتا رہے مقصود حاصل ہے، حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ مذکورہ ارشاد سے خوش ہو کر فرماتے ہیں سبحان اللہ حضرت والا کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے حقائق طریق واضح فرمائے ہیں اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ کو کیسی کیسی غلطیوں سے نکالکر طریق سنت سنیہ پر ڈالا ہے جو اس زمانہ میں مسدود بلکہ قریب قریب مفقود ہی ہو چکا تھا بالخصوص مشائخ میں۔

ایک صاحب کے سوال پر حضرت والا نے رسوخ اور استقامت میں یہ فرق فرمایا کہ رسوخ اصلاح کا طبعی درجہ ہے جو ایک کیفیت غیر اختیاریہ ہے اور استقامت اس کا عقلی درجہ ہے جو اختیاری ہے استقامت مقصود ہے رسوخ مقصود نہیں گو محمود ہے۔

(اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/313)

اگر شیخ سے سچی محبت اور اتباع سنت حاصل ہے تو ظلمات کے ہوتے ہوئے بھی انوار ہی انوار ہیں

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ رقمطراز ہیں کہ حضرت والا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ملفوظ کو نہایت تاکید اور اہتمام کے ساتھ نقل فرمایا کرتے ہیں کہ حُبّ شیخ اور اتباع سنت کے ہوتے ہوئے اگر لاکھ ظلمات بھی ہوں تو وہ سب انوار ہیں اور اگر ان میں سے ایک چیز بھی کم ہو تو پھر لاکھ انوار ہوں وہ سب ظلمات ہیں، حضرت والا حافظ شیرازیؒ کے اس شعر کو بھی بکثرت فرمایا کرتے ہیں ؎

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست
بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

لیکن یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اس میں دو قیدیں ہیں ایک آید کی ایک صراط مستقیم کی پہلی قید کا تو حاصل یہ ہے کہ وہ حالت آئی ہو لائی ہوئی نہ ہو یعنی غیر اختیاری ہو اختیاری نہ ہو کیونکہ اس شعر میں آید ہے آرد نہیں ہے اور آید کی کوئی فرد مذموم نہیں خواہ ظاہر کتنی ہی بری معلوم ہوتی ہے کیونکہ غیر اختیاری البتہ آرد میں دو قسمیں ہیں محمود اور مذموم۔ یہ تو پہلی قید کے متعلق تفصیل ہے اور دوسری قید یہ ہے کہ صراط مستقیم پر ہو تو حاصل شعر کا یہ ہوا کہ اگر سالک صراط مستقیم پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے تو پھر اس پر جو بھی کیفیت غیر اختیاری طاری ہو خوشگوار یا ناگوار وہ سالک کے حق میں خیر ہی ہوتی ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/314)

ذکر وطاعت میں مشغول رہو خواہ دل چاہے نہ چاہے نفع اور مقصد حاصل ہے

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ذکر وطاعت میں بہ تکلف مشغول رہنا چاہئے نہ سہولت کا متمنی رہے نہ یہ دیکھے کہ مجھے کچھ نفع ہو رہا ہے یا نہیں۔ ذکر وطاعت میں مشغول رہنا ہی اصل مقصود ہے، ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ مقصود کے حصول کا قلب میں تقاضہ اور انتظار نہ رکھیں کہ یہ بھی حجاب ہے کیونکہ اس سے تشویش ہوتی ہے اور تشویش برہم زن جمعیت وتفویض ہے اور جمعیت وتفویض ہی وصول کی شرط عادی ہے، اس کو خوب راسخ کرلیں اور یہ روح سلوک ہے، یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ ذکر وطاعت میں مشغول ہونے کے لئے دلچسپی اور سہولت کا منتظر نہ رہے بلکہ بتکلف عمل

شروع کردے پھر اسی سے رفتہ رفتہ سہولت پیدا ہونے لگتی ہے، اور دلچسپی بھی پیدا ہوجاتی ہے، اسی مضمون کو ایک بار اس عنوان سے فرمایا کہ لوگ تو انتظار میں رہتے ہیں جب دلچسپی پیدا ہو تب کام شروع کریں اور دلچسپی اس انتظار میں رہتی ہے کہ جب کام شروع جائے تب میں پیدا ہوں۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/315)

جب تم ذکر شروع کروگے تب ہی سے تمہیں برابر فائدہ ہوتا رہیگا چاہے ذکر میں جی لگے نہ لگے

ایک بار فرمایا کہ ذکر میں چاہے دل لگے یا نہ لگے لیکن برابر کئے جاؤ۔ رفتہ رفتہ اس کی ایسی عادت پڑ جاتی ہے پھر بلا اس کے چین ہی نہیں پڑتا، جیسے شروع شروع میں حقہ پینے سے گھمیر آتی ہے، متلی بھی ہوتی ہے بلکہ قے بھی ہوجاتی ہے لیکن پھر بھی پیتے پیتے ایسی چاٹ لگ جاتی ہے کہ چاہے کھانا نہ ملے لیکن حقہ کی دو کش مل جاویں۔ ایک بار فرمایا کہ نفع تو شروع ہی سے ہونے لگتا ہے لیکن محسوس نہیں ہوتا، جیسے بچہ روز کچھ نہ کچھ بڑھتا ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ آج اتنا بڑھا کل اتنا بڑھا البتہ ایک معتد بہ مدت گزر جانے کے بعد اس کی پچھلی حالت کو خیال میں لاکر موازنہ کیا جائے تو زمین آسمان کا فرق معلوم ہو، یہی حال ذکر کا ہے کہ شروع میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کچھ نفع نہیں ہورہا۔ حالانکہ دراصل نفع برابر ہورہا ہے اب ایک معتد بہ مدت گزر جانے کے بعد اپنی پچھلی حالت کو ذہن میں مستحضر کرکے اس سے حالت موجودہ کا موازنہ کرے تو زمین آسمان کا فرق نظر آئیگا۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ، 315)

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں: بچہ کی مثال پر ایک اور ملفوظ یاد آیا جو حضرت والا نے خود احقر سے فرمایا تھا۔ ذکر و شغل شروع کر کے کچھ عرصہ کے بعد احقر نے عرض کیا کہ جیسا جی چاہتا ہے ویسا نفع نہیں ہوتا، فوراً نہایت تسلی آمیز لہجہ میں فرمایا کہ اگر کوئی چاہے کہ میرا بچہ آج ہی دس برس کا ہو جائے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ دس برس کا تو دس برس کے بعد ہی ہو گا۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ316)

ذکر کو بیکار نہ سمجھا جائے سب جمع ہو رہا ہے بہت جلد مراد حاصل ہو گی

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ کچھ نفع نہیں معلوم ہوتا، فرمایا کہ اس وقت کے ذکر کو بیکار نہ سمجھا جائے یہ سب جمع ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ عنقریب سب کھل پڑے گا۔ ایک بار فرمایا کہ پتھر پر پہلے ایک قطرہ گرتا ہے پھر دوسرا پھر تیسرا یہاں تک کہ پانی گرتے گرتے اس میں گڑھا پیدا ہو جاتا ہے تو کیا یہ کہا جائیگا کہ صرف اخیر قطرہ نے وہ گڑھا کر دیا۔ ہر گز نہیں بلکہ یہ گڑھا نتیجہ ہے قطروں کی مجموعی تعداد کا۔ گڑھا کرنے میں اول قطرہ کو بھی ویسا ہی دخل ہے جیسا کہ اخیر قطرہ کو، اول قطرہ کو ہر گز بے اثر نہ سمجھنا چاہئے گو بہ ظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

اسی طرح اول روز کا ذکر جس کو بے ثمر سمجھا جاتا ہے ہر گز بے ثمر نہیں، اخیر میں جو حالت خاص پیدا ہو گی اس میں اول روز کے ذکر کو بھی اتنا ہی دخل ہو گا جتنا کہ اخیر روز کے ذکر کو یہ نہیں کہ صرف اخیر روز کا ذکر اس حالت کو پیدا کر دیتا ہے بلکہ ایک مجموعی تعداد مقرر تھی کہ اتنے دن کے اندر یہ کیفیت پیدا ہو گی جب وہ تعداد پوری ہو گئی وہ

کیفیت ظہور پذیر ہوگئی۔ ہر ہر دن کے ذکر کو اس کے پیدا کرنے میں یکساں دخل ہے، یا جیسا کہ ایک شخص کوئی مقوی معجون یا ماء اللحم کھاتا ہے یہاں تک کہ ایک معتد بہ مدت کے استعمال کے بعد وہ سرخ وسفید ہوجاتا ہے تو کیا صرف اخیر خوراک نے اس کو سرخ وسفید بنادیا۔ ہرگز نہیں بلکہ اتنے دنوں کی خوراک کی مجموعی تعداد نے اس کی یہ حالت کردی ہے یہ نادانی ہے کہ اول خوراک کو بے اثر سمجھا جائے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ، 317)

عزم مجاہدہ اور ذکر سے بھی منزل پاؤ گے

طریقت کا یہ مبارک راستہ دھن اور دھیان کا ہے آدمی اگر اللہ والا بننا چاہتا ہے تو مجاہدہ نہ بھی کررہا ہو تو نیت تو کم از کم درست رکھے، اگر ارادہ نیک اور پکا ہے تو مراد بھی پکی ہے، اللہ کی ذات بڑی کریم ہے نیک نیتی پر بھی ان کی مدد بندہ کو اپنے آغوش میں لیتی ہے حضرت خواجہ صاحبؒ کا قلم گہربار لکھتا ہے کہ حضرت والا کام میں لگے رہنے کی تاکید کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بزرگوں کا ارشاد ہے: لا وا ہ دلمن لا و ہ دلہ۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ اگر ذکر کی بھی توفیق نہ ہو تو کم از کم عزم ذکر اور حسرت ذکر تو ہو۔

غرض اس طریق میں یہ دو چیزیں نہایت ضروری ہیں دھن اور دھیان، عزم ذکر اور حسرت ذکر کے بھی منافع ہونے کے متعلق ایک طالب کو جنہوں نے اپنی ناکارگی کی طویل داستاں لکھی تھی۔ یہ تحریر فرمایا تھا مقصود تو مقصود کا مشاہدہ ہے اور اس کا طریق مجاہدہ کا مشاہدہ ہے مگر جب تک اس میں کمی رہے تو اس مشاہدہ مقصود کا مقدمہ عزم مجاہدہ ہے جس سے ان شاء اللہ مجاہدہ کی توفیق ہوجاتی ہے، پھر اس سے مقصود کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے جو کہ مقصود ہے، اسی

ترتیب کا سلسلہ شروع ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ تدریجاً بخیر وخوبی ختم وتکمل بھی ہوجائیگا لگا رہنا چاہئے۔ان شاء اللہ تعالیٰ حرماں نہ ہوگا میں بھی دعا کرتا ہوں۔(اشرف السوانح جلد/2،صفحہ317)

اس طریق میں کام کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا

حضرت خواجہ صاحبؒ رقمطراز ہیں کہ غرض حضرت والا استقلال کے ساتھ بہ تکلف کام میں لگے رہنے کی طالبین کو بہت ہی تاکید فرماتے رہتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ کام ہی سے کامیابی ہوتی ہے اس طریق میں کام کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا کیونکہ وعدہ ہے۔**من ارادالآخرة وسعى لها سعيها وهو مومن فاولئك كان سعيهم مشكورا۔**

ترجمہ: جو آخرت کا طالب ہے اور اس کے لئے واقعۃً کوشش بھی کرتا ہے اور وہ مومن بھی ہے تو ایسے لوگوں کی کوشش قابل قدر اور مقبول ہے۔

ایک بار اس مضمون میں ایک یہ ضروری قید بھی لگائی کہ جب شیخ کے واسطہ سے باقاعدہ تعلیم حاصل کر کے ذکر وشغل کیا جاتا ہے تب کامیابی ہوتی ہے، اس پر احقر نے عرض کیا کہ ذکر وشغل تو ایسی چیز ہے کہ اسی سے کام بن جایا کرتا شیخ کے واسطہ کی حاجت نہ ہوا کرتی ،فرمایا دراصل کام ذکر وشغل ہی بناتا ہے۔لیکن شیخ کا واسطہ ضروری ہے جیسے کاٹ تو تلوار ہی کرتی ہے لیکن اس کا کسی کے قبضہ میں ہونا شرط ہے۔

حضرت والا صحبت شیخ کی نافعیت اور ضرورت پر اکثر بہت طویل طویل اور پرزور تقریریں فرمایا کرتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ شیخ کے پاس رہ کر جیسی اصلاح ہوتی ہے، دور سے

نہیں ہوتی، جیسے طبیب کے پاس رہ کر جیسا معالجہ ہوسکتا ہے دور سے نہیں ہوسکتا، علاوہ بریں طالب شیخ کے پاس رہ کر دز دیدہ طور پر اس کے اخلاق وعبادات کو اخذ اور کمالات کو جذب کرتا رہتا ہے اور اس طرح روز بروز اس پر شیخ کا رنگ چڑھتا چلا جاتا ہے جیسے مثل مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ نیز صحبت شیخ میں بدوں معتد بہ مدت رہے شیخ سے مناسبت نہیں پیدا ہوتی ہے اور شیخ کی مناسبت ہی اس طریق میں نفع کی عادۃً موقوف علیہ ہے۔(اشرف السوانح، جلد/2،صفحہ،318)

کامیابی کی کلید اور ماسٹر کی محبت شیخ ہے

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ محبت شیخ کے متعلق جو مناسبت کاملہ ہی کی مرادف ہے یہ فرمایا کرتے ہیں کہ حب (محبت) شیخ کلید کامیابی اور کلید جملہ سعادات وبرکات ہے۔ لیکن حب شیخ کو اپنے منتسبین میں سے حد سے ہرگز متجاوز نہیں ہونے دیتے نیز حب عقلی یعنی طاعت واتباع کو بالکل کافی ووافی قرار دیتے ہیں کیونکہ حب طبعی اختیاری نہیں اور عبد غیر اختیاری امور کا مکلف نہیں۔(اشرف السوانح، جلد/2،صفحہ،318)

شیخ سے عدم مناسبت کی فکر بھی مناسبت ہی ہے

ایک خلیفہ مجاز نے عدم مناسبت کی شکایت لکھی کہ:

(حال) حضور والا کے علوم ومعارف کی فراوانی اور اپنی کم لیاقتی کو دیکھتا ہوں تو اکثر مایوسی کی کیفیت ہونے لگتی ہے اس کا رنج اب اکثر رہتا ہے کہ حضور سے مناسبت پیدا نہیں ہوئی کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔

(تحقیق) یہ بھی مناسبت ہے کہ عدم مناسبت کا علم ہو جائے آخر عبد کو حق تعالیٰ سے نسبت ہوتی ہے یا نہیں حالانکہ واجب اور ممکن میں کیا مناسبت مگر وہاں یہی مناسبت ہے کہ ان کی عظمت اپنی ذلت کا علم ہو جائے اسی عدم مناسبت لغویہ کے علم کو مناسبت اصطلاحیہ کہا جاتا ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ،319)

بعض لوگ بزرگوں سے ملتے جلتے ہیں مگر خود کچھ نہیں کرتے ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا ہمیشہ محروم ہی رہتے ہیں

صحبت شیخ کی نافعیت بیان فرماتے وقت حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ صحبت شیخ جبھی نافع ہوتی ہے جب شیخ کے بتائے ہوئے ذکر و شغل میں بھی مشغول رہے، بعضے لوگ بزرگوں سے تو ہمیشہ ملتے جلتے رہتے ہیں لیکن خود کچھ کرتے دھرتے نہیں ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا ہمیشہ محروم ہی رہتے ہیں، بعضے زیادہ وقت تو صحبت شیخ میں گزار دیتے ہیں اور تھوڑا سا وقت نکال کر کچھ الٹا سیدھا ذکر و شغل بھی کر لیتے ہیں یہ بھی کافی نہیں۔ غالب حصہ ذکر و شغل کا ہونا چاہئے تب صحبت شیخ نافع ہوتی ہے۔

ذکر کی مقدار کتنی ہونی چاہئے

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ اپنے ذمّہ تو اتنی ہی مقدار رکھے جس پر دوام ہو سکے باقی فرصت اور نشاط دیکھے زیادہ کر لے اس میں یہ مصلحت ہے کہ ناغہ کی بے برکتی اور قلق سے حفاظت رہے گی اور یہ دونوں چیزیں مضر ہیں اور جب کبھی زیادہ کی توفیق ہوگی تو مسرت ہوگی اور ہمت بڑھے گی۔

ذکر کی مقدار نہ اتنی زیادہ ہو کہ بہت تعب ہو اور نہ اتنی کم کہ کچھ تعب ہی نہ ہو بلکہ اتنی مقدار ہونی چاہئے جس میں تعب تو ہو لیکن جس کی مداومت قابل تحمل ہو، کیونکہ تھوڑا تعب ہونا بھی نفع کے لئے ضروری ہے تا کہ نفس کو کسی قدر مجاہدہ بھی کرنا پڑے۔ (اشرف السوانح جلد/2 صفحہ 320)

ذکر کا طرز اور کیفیت کیا ہو؟

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ جس طرز میں زیادہ دلچسپی ہو وہی اختیار کرے کیونکہ وہی طرز زیادہ نافع ہوتا ہے جس میں زیادہ دل لگے، لیکن اس کا خاص خیال رکھے کہ قلب میں ورد کے جلدی پورا کرنے کا تقاضا نہ پیدا ہونے دے اگر کسی کا طرز ہی روانی کے ساتھ ذکر کرنے کا ہو تو اس کا مضائقہ نہیں، باقی طبیعت میں یہ تقاضا نہ ہونا چاہئے کہ کس طرح جلدی ختم کیا جائے۔

بعض حضرات کو یہ فکر لاحق رہتی ہے کہ دوران ذکر سر اور گردن کو کس سمت میں کتنا خم کرنا اور اٹھانا چاہئے ان کی تسلی کے لئے حضرت کے ذیل کا ملفوظ کافی ہے۔

ایک مبتدی طالب نے لکھا کہ حضور سے دور ہوں اذکار صحیح طریقہ سے کیونکر ادا کروں ،جواب تحریر فرمایا کہ یہ معلوم کرنا کیا مشکل ہے قلب و زبان دونوں کو شریک رکھنا یہی طریق صحیح ہے۔ انہی طالب نے یہ درخواست کی تھی کہ اپنے فلاں مجاز سے فرمادیں کہ مجھے دو ایک مرتبہ دوازدہ تسبیح کا ورد کرادیں اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ اس کی حاجت نہیں یہ قیود غیر مقصود ہیں۔ مقصود صرف ذکر ہے اگر کوئی نہایت موزوں رفتار سے چلتا ہو اور دوسرا غیر موزوں سے تو اصل مقصود منزل پر پہنچنا ہے جو دونوں رفتار سے حاصل ہو جاتا ہے آگے رہی موزونیت اس

میں اور مصالح زائدہ ہیں جن پر منزل کی رسائی موقوف نہیں۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ، 321)

قیود ولطائف بھی باعث تشویش ہیں

حضرت والا قیود وذکر کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اس زمانہ کی طبائع چونکہ ضعیف ہیں اس لئے اکثر یہ قیود موجب تشویش وتشتت ہوجاتی ہیں اصل چیز لطیفہ قلب ہے۔ بس ساری توجہ اسی پر رکھے اس کے نورانی ہوجانے سے اور لطائف بھی خود بخود نورانی ہوجاتے ہیں ہمارے حضرت جی صاحبؒ کا یہی طریق تھا جو اس حدیث سے مؤید ہے۔ ان فی الجسد مضغه اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسداالجسد کله الاوھی القلب۔

ترجمہ: یادرکھو جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہوجائے تو سارا بدن ٹھیک ہوجائے اور اگر وہ خراب ہوجائے تو سارا وجود خراب ہوجائے غور سے سن لو! وہ دل ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/321)

ذکر میں کتنی توجہ مطلوب ہے

حضرت والا کو ایک طالب نے لکھا کہ میں لطائف ستہ کے جاری کرنے کی کوشش کررہا ہوں، جواب تحریر فرمایا کہ حقائق مقصود ہیں لطائف مقصود نہیں، حضرت والا نے فرمایا کہ ذکر کے دوران میں اگر بسہولت ہوسکے تو مذکور کی طرف ورنہ ذکر کی طرف توجہ رکھے اور احقر کو ابتداء میں یہ مراقبہ تعلیم فرمایا تھا کہ گویا زبان کے ساتھ قلب سے بھی کلمات ذکر نکل رہے ہیں اور وہ بھی میرے ساتھ شریک ذکر ہیں۔

غرض جس طالب کی جیسی استعداد اور دلچسپی ہیں توجہ قائم رکھنے کا ویسا ہی طریقہ اس کو تعلیم فرما دیتے ہیں اور اگر بسہولت ہو سکے تو تصور ذات حق کو سارے مراقبات سے افضل وانفع بلکہ اصل مقصود قرار دیتے ہیں ہمیشہ اس کی تاکید فرماتے رہتے ہیں کہ توجہ واستحضار میں زیادہ کاوش نہ کی جائے ورنہ قلب و دماغ ماؤف ہو جائیں گے اور یکسوئی فوت ہو جائیگی ،زیادہ کاوش سے تعب اور پریشانی ہوتی ہے جس سے نفع بند ہو جاتا ہے بس معتدل توجہ ہی کافی ہے اسی سے شدہ شدہ ملکہ تامہ حاصل ہو جائے گا اور توجہ کامل کی توفیق ہونے لگتی ہے غرض زیادہ کاوش مضر ہے بس اتنی توجہ کافی ہے جیسے کچا حافظ سوچ سوچ کر قرآن سناتا ہے۔(اشرف السوانح،جلد/2،صفحہ،322)

ذکر کتنی آواز سے کیا جائے

حضرت والا ذکر میں خفیف جہر وضرب تعلیم فرمایا کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ اگر بعد کو جوش میں آواز بلند ہونے لگے تو بلند ہونے دے طبیعت کو گھونٹنے کی ضرورت نہیں ،البتہ اگر سونے والوں یا مصلیوں کو تکلیف یا تشویش ہو تو بالکل خفی کی تاکید فرماتے ہیں کیونکہ ایسی صورت میں جہر جائز ہی نہیں۔

چنانچہ ایک صاحب کو جو اتنی بلند آواز سے تہجد کے وقت ذکر کرتے تھے کہ محلہ میں دور تک آواز پہنچتی تھی اتنے جہر سے بتاکید ممانعت فرما دی۔اسی طرح ایک بوڑھے طالب نے لکھا کہ کچھ تو سونے والوں کی وجہ سے اور کچھ رفع تکان کے سبب سے چند روز سے بجائے ذکر جہر کے ذکر خفی کر لیا کرتا ہوں کوئی حرج تو نہیں جواب تحریر فرمایا کہ نہیں بلکہ افضل وانفع ہے۔(اشرف السوانح،جلد/2،صفحہ،224)

محض ذکر قلبی کو کافی نہ سمجھیں اس کے ساتھ ذکر لسانی بھی ضروری ہے

حضرت والا محض ذکر قلبی پر اکتفا نہیں فرماتے کیونکہ اس میں اکثر ذہول جاتا ہے اور طالب اسی دھوکہ میں رہتا ہے کہ میں ذکر قلبی میں مشغول ہوں چنانچہ ایک طالب کو جنہوں نے ذکر قلبی سے اپنی دلچسپی کا حال لکھا تھا تحریر فرمایا کہ محض ذکر قلبی پر اکتفا نہ کیا جائے ذکر لسانی بھی اس کے ساتھ ضروری ہے خواہ قلبی میں اس سے کچھ کمی ہی ہو جائے۔

حضرت والا اس کا راز یہ فرمایا کرتے ہیں کہ اگر ذکر قلبی کے ساتھ ذکر لسانی بھی ہو تو اس میں یہ مصلحت ہے کہ اگر کبھی ذکر قلبی سے ذہول ہو گیا جیسا کہ اکثر ہوتا رہتا ہے اور قلب ذاکر نہ رہا تو کم از کم زبان تو ذاکر اور مشغول عبادت رہے گی بخلاف نرے ذکر قلبی کی حالت کے کہ اگر اس صورت میں ذہول ہوا تو نہ قلب ذاکر رہے گا نہ زبان کیونکہ زبان تو پہلے ہی سے غیر ذاکر ہے اور اب قلب بھی ذاکر نہیں رہا۔ غرض غفلت محضہ میں وقت گزرے گا اور ذاکر کو خبر بھی نہ ہوگی۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ، 323)

جسے صفت فناء حاصل نہیں ہوئی اسے طریقت کی ہوا بھی نہ لگی

حضرت والا نہایت اہتمام کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ اس طریق کا اول قدم فناء ہے جس میں یہ صفت نہ پیدا ہوئی بس سمجھ لو کہ اس کو طریق کی ہوا بھی نہ لگی ادر یہ جو بزرگوں کا قول ہے کہ طریق کا آخری قدم فناء ہے، وہ بھی بالکل صحیح ہے اس سے مراد کمال فناء ہے کیونکہ فناء کے بھی تو آخر درجات ہیں۔

ایک مشہور فاضل ندوی اتفاقاً محض چند گھنٹوں کے لئے حضرت والا کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور چلتے وقت عرض کیا کہ مجھ کو کوئی نصیحت فرمائیے حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں متردد ہوا کہ ایسے فاضل شخص کو میں کیا نصیحت کروں پھر اللہ نے فوراً میرے دل میں ایک مضمون ڈالا بعد کو معلوم ہوا کہ ان کے بالکل مناسب حال تھا میں، نے کہا کہ حضرت آپ جیسے فاضل کو میں نصیحت تو کیا کرسکتا ہوں لیکن ہاں میں نے جو اپنی تمام عمر میں سارے طریق کا حاصل سمجھا ہے وہ عرض کئے دیتا ہوں وہ حاصل جو میں سمجھا ہوں وہ فناء عبدیت ہے بس جہاں تک ممکن ہو اپنے آپ کو مٹایا جائے بس اسی کے لئے سارے ریاضات ومجاہدات ہیں اور بس اپنی ساری عمر فناء عبدیت ہی کی تحصیل میں گزار دینی چاہیئے ،اس تقریر کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ وہ آبدیدہ ہو گئے اور واقعی یہ ہے بھی ایسی ہی چیز سارے بزرگ اسی کی تعلیم کرتے چلے آئے ہیں۔بالخصوص چشتیہ کے یہاں تو بس یہی ہے۔

افروختن وسوختن و جامہ دریدن
پروانہ زمن شمع زمن گل زمن اموخت

بھڑکنا، جلنا،اور کپڑے پھاڑنا پروانے نے شمع نے اور پھولوں نے مجھ ہی سیکھا ہے۔

تو در وگم شو وصال اینست وبس
گم شدن گم کن کمال اینست نیستی

تواس میں گم ہوجا وصال فقط یہی ہے گم ہونے کو بھی گم کردے کمال فقط یہی۔

ہو فناء ذات میں کہ تو نہ رہے
تیری ہستی کے رنگ و بو نہ رہے

آ ئینہ ہستی چہ با شد نیستی
نیستی بگز یں گر ا بلہ نیستی

ہستی کا آئینہ کیا ہے وہ نیستی ہے اگر تو بے وقوف نہیں ہے تو نیستی اختیار کر۔

(اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/326)

تخلیہ اور تحلیہ کا خلاصہ

ایک طالب نے لکھا کہ بدنظری سے بچنا نفس پر بہت شاق ہوتا ہے کوئی تدبیر ایسی ارشاد فرمادیجئے کہ جس پر عمل کرنے سے اس فعل شنیع سے طبعاً نفرت پیدا ہوجائے ۔جواب تحریر فرمایا کہ بجز ہمت اور تحمل مشاق کے کوئی تدبیر نہیں اور معین اس کی دو چیزیں ہیں استحضار عقوبت اور ذکر کی کثرت۔

فائدہ: اسی کا نام تخلیہ ہے جس کی ایک آسان مثال حضرت حکیم الامتؒ نے مخاطب کے حسب حال ارشاد فرمائی اور تحلیہ کے متعلق تو یہ ہے کہ ایک طالب نے لکھا کہ حصول یقین کا طریقہ ارشاد فرمایا جائے جواب تحریر فرمایا کہ اول بہ تکلف عمل کرنا اس کی برکت سے یقین پیدا ہوجاتا ہے اور کوئی طریقہ نہیں۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ 327)

فائدہ: دونوں میں امر مشترک ایک ہی ہے یعنی بتکلف عمل کرنا۔گناہوں سے پاک کرنے اور یقین کی دولت حاصل کرنے کا بہترین اور آسان طریقہ یہی ہے اس کو خوب سمجھ لیں اور حضرت حکیم الامتؒ کے لئے دعا کریں کہ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین)

دعا میں ہر حال میں تاثیر ہوتی ہے اس لئے ایک ہی دعا پر قائم رہو

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں بندہ زادہ ہی کے عرض کرنے پر وسعت رزق کے لئے حضرت والا نے پانچوں نماز کے بعد **یَابَاسِطُ** 72 بار پڑھنے کو بتایا، کچھ عرصہ بعد اس نے پھر کوئی وظیفہ پوچھا تو تحریر فرمایا کہ دواؤں میں تو یہ بات ہوتی ہے کہ اگر ایک دوا نافع نہ ہو تو دوسری دوا نافع ہو جاتی ہے، لیکن دعاؤں میں یہ تفصیل نہیں وہی پہلی دعا کافی ہے، اسی کو معمول رکھا جائے جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا قبول فرمالیں گے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/347)

میں دنیا میں اپنے آپ کو بالکل اکیلا سمجھتا ہوں

اب تو الحمد للہ میں کسی کو اپنا معاون و مددگار نہیں سمجھتا، اللہ کے سوا کسی پر میری نظر نہیں، کہنے کی بات تو نہیں، لیکن اس وقت ذکر آ ہی گیا تو کہتا ہوں کہ میں دنیا میں اپنے آپ کو بالکل اکیلا سمجھتا ہوں سوائے اللہ تعالیٰ کی اکیلی ذات کے کسی کو اپنا نہیں سمجھتا بس یہی سمجھتا ہوں کہ میں دنیا میں بالکل اکیلا ہوں اور اکیلے شخص کے ساتھ اکیلی ذات ہے اور کوئی نہیں، لوگوں کو تو اپنے خدام اور محبین پر نظر ہوتی ہے میری کسی پر نظر نہیں، میں کسی کو اپنا محب اور معین اور مددگار نہیں سمجھتا، یہ بھی ایک وجہ ہے میری خشکی کی کہ میں کسی کو اپنا محب بنانا یا رکھنا نہیں چاہتا ہر شخص سے آزادی کے ساتھ جو مناسب سمجھتا ہوں برتاؤ کرتا ہوں الحمد للہ کبھی یہ وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ ایسا برتاؤ نہ کرو کہیں فلاں شخص ہمارا ساتھ نہ چھوڑ دے اور یہ میں دعوی سے نہیں کہتا کہ بلکہ یہ کہتے ہوئے ڈر بھی لگتا ہے کہ خدا جانے کہ اس میں کتنی واقعیت ہے اپنے نزدیک تو واقعیت کے خلاف نہیں کہہ رہا اگر کمی

بیشی ہو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے جیسے مرنے کے وقت ہر شخص اکیلا ہی جائیگا میں مرنے سے پہلے ہی اپنے آپ کو بالکل اکیلا سمجھتا ہوں کسی کو اپنا ساتھ نہیں سمجھتا اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ مبنی اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے میری اس وضع کو محض اپنے فضل وکرم سے بنا رکھا ہے، کیونکہ وہ عین وقت پر غیب سے میری ہر حاجت پوری فرما دیتے ہیں اور ایسے طریق سے میری راحت کا سامان مہیا فرما دیتے ہیں جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا اس لئے میرا یہ طرز آزادی واستغناء کا نبہ رہا ہے، ورنہ اگر احتیاج ہوتی تو سار استغناء دھرا رہ جاتا اور آزادی رکھی رہ جاتی۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/384)

بغیر دینی نفع پہنچائے ہدیہ لینے میں ذلت ہوتی ہے

کوئی بندہ خدا کا کبھی کوئی دین کی بات پوچھنے نہیں آتا ہاں اگر آتے ہیں تو کوئی دودھ دینے آتا ہے، کوئی گڑ چاول لاتا ہے اور میں لیتا نہیں کیونکہ اس شخص سے کوئی چیز لینے میں نہایت ذلت معلوم ہوتی ہے جس کو خود کوئی نفع نہ پہنچا سکے، ہاں جو دینی نفع حاصل کرتا رہے وہ اگر محبت سے کبھی کچھ دے تو کس کو انکار ہے کیونکہ آخر میری گزر ہی اس پر ہے، لیکن یہ شرط ہے کہ دینے میں بجز محبت کے اور کوئی نیت نہ ہو یہاں تک کہ ثواب کی بھی نیت نہ ہونی چاہئے گو حق تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے دیا تو ثواب اس کو مل ہی گیا، دیکھئے اگر کوئی باپ اپنے لڑکے کو کچھ دے تو نیت ثواب کی نہیں ہوتی لیکن ثواب ملتا ہے جیسے حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے تو اس کو ثواب ملتا ہے، حالانکہ بیوی کو کوئی ثواب کی نیت سے نہیں دیتا بلکہ اگر اس کو ثواب کی نیت کی خبر

ہوجائے تو اس کو نا گوار ہو اور وہ انکار کردے کہ کیا میں خیرات خوری ہوں، پھر فرمایا کہ ان لوگوں کی نیت بھی ہم لوگوں کے دینے میں وہی ہوتی ہے جو پیر شہیدوں کی قبروں پر چڑھا وا چڑھانے میں ہوتی ہے کہ اگر ان ملازموں کا حصہ اس میں ہوجائیگا تو برکت ہوجائیگی، کھیت میں خوب ایکھ پیدا ہوگی، غرض دینے میں نیت بھی خراب ہوتی ہے، پھر حضرت نے اس شخص سے فرمایا کہ بھائی اگر محبت سے کوئی چیز لائے تھے تو ڈھنگ سے لائے ہوتے اب تم دو برس تک برابر ملتے جلتے رہو اور دین کی باتیں پوچھتے پاچھتے رہو اور لاؤ کچھ نہیں ،گڑ دینے کے لئے نہ آؤ بلکہ گڑ لینے کے لئے آؤ یعنی دین کی باتیں سیکھنے جب تعلق بڑھ جائے تب کوئی چیز لانے کا بھی مضائقہ نہیں۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/407)

فائدہ: ہر صاحب نسبت اور مخلص مسلمان کو چاہئے کہ حکیم الامت ؒ کا یہ مبارک طریقہ ہدیہ کے باب میں اختیار کرے، الحمدللہ مرتب کا بھی عمل اسی پر ہے۔

جب تک انسیت نہیں ہوتی قلب طالب کی جانب سے مطمئن نہیں ہوتا اس کا ہدیہ قبول نہیں کرتا اور جس نے ابھی تک روحانی تعلق قائم نہیں کیا ہے اس کا بھی ہدیہ دل قبول نہیں کرتا غرض جو دینی نفع اٹھا چکا ہے اسی کا ہدیہ قبول کرتا ہوں اور جس نے مجھ سے دینی نفع نہیں اٹھایا ہے اس کا ہدیہ موقوف کر دیتا ہوں۔

جو دین کا پابند نہیں اس کی دنیا کی سمجھ بھی خراب ہوجاتی ہے

حضرت حکیم الامت ؒ فرماتے ہیں جو دین کا پابند نہیں ہوتا اس کی دنیا کی سمجھ بھی خراب ہوجاتی ہے اور جو شخص دیندار ہوتا ہے گو تجربہ دنیا کا نہ ہو لیکن دنیوی امور میں بھی اس کی

سمجھ تسلیم ہو جاتی ہے، حلال روزی میں بھی یہی اثر ہے بر خلاف اس کے حرام روزی سے فہم مسخ ہو جاتا ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/408)

یہ روپیہ اپنا لے لو ورنہ مجھے رات بھر نیند نہیں آئیگی

فرمایا کہ کسی کا ایک پیسہ بھی میرے پاس ہوتا ہے تو بس یہ تقاضا ہوتا ہے کہ جلدی اپنے پاس سے علیحدہ ہو، ایک مرتبہ میں نے اپنے گھر کے لوگوں سے ایک روپیہ لیا تھا آدھی رات کو خیال آیا کہ دینا ہے بس چین نہ پڑا اٹھ کر دیکھا کہ آیا جاگ رہی ہیں یا سو رہی ہیں چوں کہ ان کی بھی نیند کم ہے انہوں نے کہا یا اللہ ایسی کیا جلدی تھی میں نے کہا کہ میرے پاس سے لے لو ورنہ مجھے رات بھر نیند نہیں آئیگی جب ان کو دے دیا تب نیند آئی۔

اسی طرح رات میں جب کوئی مضمون ذہن میں آتا ہے تو اسی وقت چراغ جلا کر پرچہ لکھ کر سرہانے رکھ لیتا ہوں جب اطمینان ہوتا ہے، اسی جلدی اور تقاضا کی بنا پر کبھی بطور ناز کے میں حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں یا اللہ مجھے تو آپ بلا سزا ہی کے بخش دیجئے گا ورنہ سزا میں مجھے کیسے صبر ہوگا کہ کب مغفرت ہوگی۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/414)

ایک سال کا خرچ اپنے پاس جمع رکھتا ہوں

میں خرچ بھی خواہ مخواہ نہیں کرتا بلکہ قریب سال بھر کا خرچ اپنے پاس جمع رکھتا ہوں، مہمانوں میں بھی عرف کا پابند نہیں جس کے ساتھ جیسی خصوصیت ہوئی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا گیا کسی کو گھر بلا کر کھلایا، کسی کو پیسے بھیج دئے کہ بازار سے لے کر کھا لیں، کسی کو کچھ بھی نہیں ظاہر ہے کہ شرائط کی شدت سے آمدنی کم ہوگی پھر اگر خرچ میں وسعت کی جائے تو میری نیت خراب ہونے لگے اور شرائط کی پابندی نہ ہو سکے۔

ایک پیر صاحب میرے پاس آئے بس لنگر خانہ کی بدولت چھ ہزار کے مقروض ہو گئے تھے چاہتے تھے کہ کسی رئیس کو سفارش قرض دینے کی کر دی جائے، میں نے پوچھا یہ قرض خواہ مخواہ کیوں کر لیا، کہا کہ یہی خیال تھا کہ جو لوگ کھا جاتے ہیں وہی دیں گے لیکن کسی نے کچھ نہیں دیا، میں نے کہا کہ اب جو قرض لو گے اس کو کہاں سے ادا کرو گے ،کہا کہ مرید ہی دیں گے میں نے (دل) میں کہا انا للہ اب بھی مرید ہی پر نظر ہے،تو جناب یہ حالت ہو جاتی ہے خرچ بڑھانے میں دین کی خرابیاں ہیں اب الحمدللہ سال بھر کا خرچ ہمیشہ میرے پاس جمع رہتا ہے اس سے اطمینان رہتا ہے،حدیث شریف میں بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات کو سال بھر کا خرچ دے دیا کرتے تھے،امام غزالی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا کہ سال بھر کا خرچ ذخیرہ کرنا توکل کے خلاف نہیں۔

اب مجھے کسی بڑے سے بڑے ہدیہ کے واپس کر دینے میں وسوسہ بھی نہیں ہوتا جبکہ میرے شرائط کے موافق نہ ہو بس بے دھڑک خلاف شرائط ہدیہ کو واپس کر دیتا ہوں وسوسہ بھی نہیں آتا، کیونکہ کیا سال بھر تک کچھ نہ آوے گا اس سے بہت اطمینان رہتا ہے۔

(اشرف السوانح،جلد/2،صفحہ/416)

جس سے پوری بے تکلفی نہ ہو ہدیہ لیتے ہوئے شرم آتی ہے

ایک منصف صاحب نے جنہوں نے تعلیم بذریعہ خط حاصل کی ہے لیکن حاضری خدمت کی نوبت نہیں آئی پندرہ روپیہ احقر کے پاس بھیجے کہ ان کی جانب سے حضور میں بطور ہدیہ محض پیش کر دے جاویں،فرمایا کہ چونکہ ان سے ملاقات نہیں ہوئی اس لئے ان

کا مذاق نہیں معلوم محض کتابوں کو دیکھ کر اعتقاد ہوا ہے کتابیں تو اشتہار ہیں اشتہاری عقیدت کا کیا اعتبار ہاں میرے پاس رہ کر میرا طرز عمل دیکھ جاتے اور پھر معتقد رہتے تو وہ دوسری بات تھی مجھے اجنبی شخص سے جس سے پوری پوری بے تکلفی نہ ہو ہدیہ لیتے ہوئے شرم آتی ہے ممکن ہے وہ اپنے اعتقاد میں مجھے نہ معلوم کیا سمجھ رہے ہوں اور میں بعد ملاقات کچھ اور ثابت ہوں پھر ان کو اس ہدیہ کا بھی افسوس ہو، چنانچہ ایک شخص نے ایک مسئلہ پوچھا اس کا جواب ان کے مذاق کے خلاف دیا گیا تو کہنے لگے کہ ہم نے اتنے دنوں خدمت کی اور پھر بھی موقع پر ہماری مدد نہ کی ،فرمایا انہی وجوہات سے مجھے ہدیہ کے قبول کرنے میں جو کہ منصف صاحب نے بھیجا ہے انقباض ہوتا ہے، استفسار پر فرمایا کہ لکھد یجئے کہ اس کے معمول کے خلاف ہے اس لئے عذر ہے لیکن یہ بھی لکھ دیجئے کہ وہ کسی کے ہدیہ کو تحقیر کی وجہ سے ہرگز رد نہیں کرتا اس کے قلب میں ہر مسلمان کی بہت قدر ہے بالخصوص جو طالب ہو اس کی نہایت قدر ہوتی ہے برا نہ مانیں جب بے تکلفی ہوجائیگی قبول کرلوں گا۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ، 417)

ہم نے تو کسی پیر کو ہدیہ کا انکار کرتے دیکھا نہیں

ایک صاحب نے جو فوجی ملازم تھے کچھ نقد اور کچھ غیر نقد ہدیہ پیش کیا چونکہ وہ بالکل اجنبی شخص تھے اس لئے حضرت والا نے حسب معمول ملاطفت کے ساتھ عذر فرما دیا کہ بدون کامل واقفیت اور بے تکلفی کی ملاقات کے کسی کا ہدیہ لینا میرے معمول کے خلاف ہے، انہوں نے اصرار کیا تو حضرت والا نے پھر نرمی سے سمجھایا کہ کسی کی

طبیعت کے خلاف اصرار نہیں کیا کرتے لیکن وہ پھر بھی اصرار سے باز نہ آئے اور حضرت والا کا یہی معمول ہے کہ ابتداء نہایت اخلاق اور نرمی سے پیش آتے ہیں لیکن جب دوسرے کی طرف سے ایذاء شروع ہوتی ہے تو پھر اپنی ایذاء کا اظہار تیز لہجہ میں فرمانے لگتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ جب لوگ بلا اس کے مانتے ہی نہیں تو پھر کیا کروں کسی طرح اپنا پیچھا بھی چھڑاؤں، چنانچہ وہ صاحب جب اصرار سے باز ہی نہ آئے تو ایک بار پھر فرمایا کہ دیکھو اب مجھے غصہ آچلا ہے اب بھی اپنی چیزیں اٹھالو لیکن جیسا کہ بعد کو معلوم ہوگا وہ تو آئے تھے یہ ٹھان کر کہ ہدیہ دے کر ہی ٹلوں گا چنانچہ اس کہنے پر بھی نہ ٹلے، تب تو حضرت والا برافروختہ ہوئے اور ڈانٹ کر فرمایا دور ہونا معقول اٹھا اپنی چیزیں، پھر تو جلدی سے اپنی چیزیں اٹھا کر مسجد میں جا بیٹھے، غرض بڑی ہی مصیبت سے پیچھا چھوٹا۔

پھر دوسرے روز یا اسی روز احقر سے اپنا سب حال صاف صاف بیان کیا، کیونکہ بیچارے سیدھے سادھے فوجی آدمی تھے کہنے لگے جی میں اب اپنے یہاں کیا منہ لیکر جاؤں گا۔

بات یہ ہے کہ چلتے وقت مولانا کے ایک مرید سے اور مجھ سے اس ہدیہ ہی پر بحث ہوئی تھی وہ کہتے تھے کہ مولانا ہرگز نہ لیں گے اور میں کہتا تھا بھلا یہ بھی کوئی بات ہے ہدیہ بھی ایسی چیز ہے کہ کوئی نہ لے۔ میں دے کر ہی آؤں گا، انہوں نے کہا اگر تم نے وہاں اصرار کیا تو پٹو گے، چنانچہ واقعی ان کا کہنا صحیح نکلا، میں تو یہ سمجھا تھا کہ جب روپیہ اور چیزیں دیکھیں گے بھلا ممکن ہے کہ نہ لیں کیونکہ ہم نے تو کسی پیر کو انکار کرتے دیکھا نہیں، لیجئے یہ وجہ تھی آپ کے اصرار کی پھر بھلا حضرت والا کا قلب مصفا ایسے ہدیہ کو کیسے قبول کرتا۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ، 326)

ہدیہ پیش کرنے کا ادب

فرماتے ہیں! ہدیہ پیش کرنے والے کا ادب تو یہ ہے کہ دوسروں سے چھپا کر دے بلکہ دے کر خود بھی فوراً علیحدہ ہو جائے اور ہدیہ لینے والے کا ادب یہ ہے کہ اس کو دوسروں پر ظاہر کردے چنانچہ حضرت والا کو بعض ہدیوں کا بالخصوص بڑی بڑی اور بعض بہت چھوٹی مقدار کے ہدیوں کا مجلس عام میں ذکر فرماتے خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ فرماتے ہیں خود احقر نے سنا ہے چنانچہ ایک بار بہت مسرت کے ساتھ فرما رہے تھے ایک شخص نے مجھ کو انی دی اور کہا کہ اس میں سے ایک پیسہ لے لیجئے اور تین پیسے واپس دے دیجئے اس نے کوئی حساب اپنی سہولت کیلئے لگا رکھا ہوگا اس کی اس بے تکلفی سے میرا جی بہت خوش ہوا۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/430)

فائدہ: ہدیہ لینے والا ہدیہ کو اس وقت ظاہر کرے جب مخاطب ایسے افراد ہوں جن میں عبرت پذیری کا صحیح شعور ہو اگر بیمار ذہن یا بے حس افراد ہوں تو حکیمانہ انداز میں ظاہر کرے ہاں اگر کوئی شیخ یا شخص صاحب حال ہے تو اس کے لئے کوئی قید نہیں علی الاطلاق عمل کر سکتا ہے، اس لئے کہ یہ دور پر فتن ہے کلام میں احتیاط ضروری ہے۔ (مرتب)

مصافحہ کے ساتھ ہدیہ دینا خلاف سنت ہے

ایک صاحب نے آ کر مصافحہ کے ساتھ ہی کچھ دینا چاہا ارشاد فرمایا کہ یہ طریقہ پیرزادوں نے اخفاء کے خیال سے جاری کیا ہے، یہ طریقہ خلاف سنت ہے کہیں ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مصافحہ میں لوگ دیا کرتے ہوں، یہ رسم قابل ترک ہے، اس میں اپنا نفس بھی

خراب ہوتا ہے، ہر مصافحہ میں انتظار رہے گا کہ شاید وصول ہو جائے، مصافحہ دین کا کام ہے اس کے ساتھ دنیا شامل کرنا ٹھیک نہیں۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/432)

نیا آدمی اگر خلوص سے ہدیہ دیتا ہے تو قبول کر لیتا ہوں

میں نے اپنا معمول مقرر کر لیا ہے کہ جو نیا شخص آتا ہے اس سے میں ہدیہ نہیں لیتا البتہ اگر قرائن قویہ سے خلوص ثابت ہو جائے تو مضائقہ نہیں رسم پرست لوگوں نے اس ہدیہ لے جانے کی وجہ یہ نکالی ہے کہ اگر پیر کے پاس خالی ہاتھ جائیگا تو وہاں سے بھی خالی ہاتھ آوے گا۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ، 433)

بزرگوں کے اصل تبرکات ان کے اقوال واعمال واحوال ہیں ان سے برکت حاصل کرو

چونکہ حضرت والا پر بفضلہٖ تعالیٰ توحید وتنزیہ باری تعالیٰ کا بہت غلبہ ہے اور ہر شئ کو اس کے درجہ پر رکھنا اور مقصود وغیر مقصود میں فرق کرنا حضرت والا کا امتیازی وصف ہے جو ایک مجدد اور مصلح اور حکیم الامت میں ہونا لازمی ہے اس لئے تبرکات کے باب میں بھی حضرت والا کا مذاق نہایت معتدل ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کی برکات کا انکار نہیں بلکہ بزرگوں کے تبرکات کی برکتوں کے واقعات اپنے بھی اور دوسروں کے بھی مشاہدہ کئے ہوئے اکثر نہایت معتقدانہ طور پر بیان فرماتے رہتے ہیں لیکن جو اصل دولت بزرگوں کے پاس ہے جس نے ان حضرات کو اس قابل بنا دیا کہ اس کی وجہ سے ان کی چیزوں میں بھی برکت پیدا ہوگئی اس دولت کی تحصیل کی جانب خود بھی ہمیشہ

نظر رہتی ہے اور دوسروں کو بھی اسی کی تحصیل کی ترغیب دیتے رہتے ہیں اور فرماتے رہتے ہیں کہ بزرگوں کے اصل تبرکات تو ان حضرات کے اقوال واعمال واحوال ہیں ان سے برکت حاصل کرنی چاہیئے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ/433)

سچ تو یہی ہے کتابوں میں کیا رکھا ہے

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر ومرشد اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب قدس سرہ العزیز نے بغایت شفقت وعنایت اپنا کتب خانہ حضرت والا کو عطا فرمانا چاہا تو اس وقت بھی حضرت والا نے بغایت ادب ونیاز عرض کردیا کہ حضرت کتابوں میں کیا رکھا ہے مجھے تو کچھ اپنے سینۂ مبارک سے عطا فرما دیجئے، اس پر حضرت حاجی صاحبؒ بہت مسرور ہوئے اور جوش میں آکر فرمایا کہ ہاں جی سچ تو یہی ہے کتابوں میں کیا رکھا ہے، اس واقعہ کو نقل فرما کر حضرت والا یہ شعر بھی فرما دیا کرتے ہیں ؎

صد کتاب وصد ورق در نار کن

سینہ را از نور حق گلزار کن

سو کتابیں اور سو کاغذوں کو آگ میں ڈال سینہ کو حق کے نور سے روشن کر۔

(اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ، 434)

میری مستعمل چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے تبرکات کا معاملہ نہ کریں

حضرت والا نے اپنے وصیت نامہ الاستحضار للاحتضار۔ میں یہ وصیت فرمائی ہے کہ میری مستعمل چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے تبرکات کا سا معاملہ نہ کریں

البتہ اگر کوئی محبت سے بطریق شرعی مالک بنا کر مخفی طور پر اپنے پاس رکھے مضائقہ نہیں اعلان اور دوسروں کو دکھلانے کا اہتمام نہ کیا جائے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ، 437)

مجلس آرائی فساد کی جڑ ہے

میں نے خانقاہ میں قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ نہ کسی سے دوستی بڑھاؤ نہ دشمنی پیدا کرو، نہ زیادہ مجلس آرائی کرو کیونکہ یہ مجلس آرائی فساد کی جڑ ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ، 444)

زیادہ تعظیم وتکریم کرنے سے نفس خراب ہوتا ہے

فرمایا بعض لوگ مل کر جاتے وقت پچھلے پاؤں چلتے ہیں، یہ گراں گزرتا ہے، کسی قدر ترچھا ہو جانا مضائقہ نہیں یہ طبعی بات ہے، زیادہ تعظیم وتکریم سے نفس خراب ہوتا ہے، فرعونیت آتی ہے، چنانچہ جب میں ترک ملازمت کر کے کانپور سے آیا تو یہاں لوگوں کے تم کہنے سے بھی انقباض ہوتا تھا کیونکہ وہاں پندرہ برس تک آپ اور جناب سنتا رہا۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنے لئے کھڑے ہونے کی ممانعت کر دی تھی مجلس میں ممتاز ہو کر نہ بیٹھتے تھے حتی کہ نئے آنے والوں کو پوچھنا پڑتا تھا کہ من محمد فیکم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(اشرف السوانح، جلد، 2، صفحہ/446)

شیخ مرید کے ہر سانس اور ہر حرکت کا محاسبہ کرے کیونکہ یہ راستہ ہی شدت کا ہے

ومن شرطه ان يحاسب المريد على انفاسه وحركته ويضيق على قدره صدقه في اتباعه فانه طريق الشدة ليس للرخاء فيه مدخل لان الرخص انما هي للعامة۔ (حوالہ۔ رسالہ الامر المحکم المربوط۔ للشیخ اکبر)

ترجمہ: اور شیخ کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کے ہر سانس اور ہر حرکت کا محاسبہ اور جتنا زیادہ اس کو مطیع اور متبع دیکھے اس پر اس معاملہ میں تنگی کرے کیونکہ یہ راستہ شدت کا ہے اس میں نرمی کا دخل نہیں کیونکہ رخصتیں تو عوام کیلئے ہیں۔

شیخ اور مرید کو ایک ساتھ قیام نہیں کرنا چاہئے

شیخ اکبر فرماتے ہیں: **ومن شرطه ان لا یجالس تلامیذه الا مرّة واحدة فی الیوم واللیلة۔** (الامر المحکم المربوط)

ترجمہ: اور شیخ کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ اپنے مرید کے ساتھ مجالست رات دن میں ایک مرتبہ سے زیادہ نہ کرے۔

ایک لمحہ اللہ کی یاد میں گزارنا حضرت سلیمانؑ کی حکومت سے بہتر ہے

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں 30 سالہ تعلق خادمیت کے دوران میں حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے ایسے ایسے حقائق و معارف سننے میں آئے ہیں کہ الحمدللہ طریق بالکل صاف نظر آنے لگا ہے، چلنا نہ چلنا اور بات ہے اور حق روز روشن کی طرح واضح ہوگیا ہے اپنی سی 30 سالہ مدت تعلق میں بفضلہٖ تعالیٰ و بتوجہات حضرت والا اس شعر کا بلا مبالغہ صحیح ہونا محقق ہوگیا ہے ؎

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک مسلمانی

تیس سال کے بعد خاقانی پر یہ بات واضح ہوئی کہ ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزارنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت سے بہتر ہے۔ (اشرف السوانح، جلد، 2، صفحہ، 459)

اللہ تعالیٰ خود میری دستگیری فرماتے ہیں

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک بار احقر نے اپنی کوئی باطنی پریشانی عرض کی تو اس کے متعلق حضرت والا نے حسب معمول نہایت مؤثر عنوان سے فوراً میری پوری تسلی فرمادی، پھر نہایت مؤثر لہجہ میں فرمایا کہ آپ تو مجھ سے اپنا حال بیان کر کے تسلی کر لیتے ہیں۔ اگر مجھ کو کوئی پریشانی لاحق ہو تو میں اپنی تسلی کس سے کروں پھر فرمایا کہ ایسے موقعوں پر الحمدللہ اللہ تعالیٰ خود میری دستگیری فرماتے ہیں اور غیب سے میری عقدہ کشائی فرمادیتے ہیں۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ،472)

معمول پورا کرلو خواہ بے وضو اور چلتے پھرتے ہی سہی

حضرت والا تاکید فرماتے ہیں کہ اپنے معمول کو پورا ضرور کر لینا چاہئے خواہ عذر کی حالت میں بے وضو ہی سہی یا چلتے پھرتے ہی سہی کیونکہ معمول کو مقرر کر لینے کے بعد ناغہ کرنے میں بڑی بے برکتی ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں بھی اس کی تاکید ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **یاعبداللہ لا تکن مثل فلان کان باللیل ثم ترکہ**۔ یہ ایسا ہے جیسے کسی نے اپنے کسی حاکم کے پاس آنا جانا شروع کیا اور خصوصیت کا تعلق قائم کرنے کے بعد پھر آنا جانا موقوف کر دیا تو حاکم کو بہت ناگوار ہوگا اور جو خصوصیت کا تعلق پیدا نہیں کرتا اس سے کوئی شکایت نہیں ہوتی بشرطیکہ غائبانہ اطاعت کا تعلق قائم رکھا جائے جو بہر حال ضروری ہے۔ (اشرف السوانح، ج/2،ص/326)

اپنا اصل کام ذکر کو سمجھیں

حضرت والا نے ایک بار احقر سے فرمایا کہ اپنا اصل کام ذکر کو سمجھیں جب ضرورت ہو بول لیں اور پھر مشغول ہو جائیں جیسے درزی کپڑا سیتا رہتا ہے اور ضرورت میں بول بھی لیتا

ہے لیکن اس کی اصل توجہ کپڑا سینے ہی کی طرف رہتی ہے۔(اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ، 481)

اگر کامیابی چاہتے ہو تو استاد کی اطاعت کر

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شیخ جس امر کے متعلق جو تجویز کرے اس کو بے چوں چرا مان لے اور اسی کے مطابق کامل اعتماد کے ساتھ عمل میں مشغول رہے خواہ کتنا ہی نفس کو ناگوار ہو حضرت حافظ فرماتے ہیں ؎

سعی نا کردہ دریں راہ بجائے نرسی

مزد اگر می طلبی طاعت استاد ببر

اس راہ میں کوشش کے بغیر تو کسی مقام کو نہ پہنچ سکے گا اگر کامیابی چاہتا ہے تو استاد کی اطاعت کر۔

بس اصل چیز کام میں مشغول رہنا ہے ثمرات جو اس کے مناسب استعداد ہوں گے وہ خود ہی مرتب ہوتے رہیں گے، حضرت والا کے اس کے متعلق حضرت حافظ کے یہ اشعار اکثر فرمایا کرتے ہیں ؎

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن

کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

تو مزدوری کی شرط پر غلامی نہ کر کیونکہ آقا خود ہی غلاموں کی پرورش کی خوب جانتا ہے۔(اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ، 482)

حصول مقصد کے لئے ایک آسان دعا

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں اگر طالبین اس دعا کو سہولت استحضار نیز حصول

برکت وتوفیق عمل کے لئے کبھی کبھی پڑھ لیا کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ تسہیل طریق اور حصول مقصد میں بہت اعانت ہو، دعا ماثورہ یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ تَوْفِيقَ أَهْلِ الْهُدَى ، وَأَعْمَالَ أَهْلِ الْيَقِينِ ، وَمُنَاصَحَةَ أَهْلِ التَّوْبَةِ ، وَعَزْمَ أَهْلِ الصَّبْرِ ، وَجِدَّ أَهْلِ الْخَشْيَةِ ، وَطَلَبَ أَهْلِ الرَّغْبَةِ ، وَتَعَبُّدَ أَهْلِ الْوَرَعِ ، وَعِرْفَانَ أَهْلِ الْعِلْمِ حَتّٰى أَلْقَاكَ۔

یا اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے توفیق اہل ہدایت کی سی اور عمل اہل یقین کا سا اور اخلاص اہل توبہ کا سا اور ہمت اہل صبر کی سی اور کوشش اہل خوف کی سی اور طلب اہل شوق کی سی اور عبادت اہل تقوی کی سی اور معرفت اہل علم کی سی یہاں تک کہ ملوں میں تجھ سے۔

(اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ، 483)

حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں جلد وصول الی اللہ ہوتا ہے

قارئین کرام بہت توجہ اور غور سے ذیل کے ملفوظ کو پڑھئے اور سمجھئے حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ حضرت والا یہ فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں جو اس قدر جلد وصول الی اللہ ہو جاتا ہے حالانکہ نہ یہاں کچھ زیادہ ریاضات ہیں نہ مجاہدات تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں وصول بطریق جذب ہوتا ہے، بطریق سلوک نہیں ہوتا اور یہ جذب برکت ہے اتباع سنت کی کیونکہ اتباع سنت کا ثمرہ بوجہ تشبیہ بالمحبوب کے محبوبیت عنداللہ ہے اور محبوبیت کے لئے جذب لازم ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ، 486)

جس کو مولانا سے تعلق ہو جاتا ہے اس کو جائز ناجائز کی بہت فکر ہو جاتی ہے

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ فتح پور میں ایک معمار کے

متعلق خود احقر سے وہاں کے ایک فہیم اہل علم واصلاح نے جو حضرت والا سے متعلق بھی نہیں ہیں کہا کہ جب سے یہ مرید ہوا ہے اس کو اس امر کی بڑی احتیاط ہو گئی ہے کہ امانی میں بھی ویسی ہی تیز دستی سے کام کرنا چاہئے جیسا کہ ٹھیکہ میں کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ان صاحب نے کہا کہ مولانا کا یہ اثر تو ہم نے دیکھا کہ جس کو مولانا سے تعلق ہو جاتا ہے اس کو جائز ناجائز کی بہت فکر ہو جاتی ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ، 504)

فائدہ: مرتب کہتا ہے کہ سچی بات یہی ہے کہ میں نے بھی بار ہا یہ تجربہ کیا ہے کہ آج بھی جو حضرات حضرت حکیم الامتؒ کے سلسلہ سے کسی مرشد کے ذریعہ سے مربوط ہیں ان میں حلال وحرام اکے حتیاط کی بڑی فکر رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے افادات باطنی سب پر عیاں ہیں خود بھی ہدایت یافتہ ہیں اور دوسروں کے لئے بھی ذریعہ ہدایت ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مقام پر ایک طالب علم نے اس وقت تک مسجد میں بیٹھے ہوئے مسجد کے چراغ سے کتابوں کا مطالعہ کیا جس وقت تک مسجد میں چراغ جلانے کا معمول تھا اس کے بعد فوراً اس کو گل کر کے اپنا ذاتی چراغ جلا لیا، اس پر ایک دیکھنے والے عالم نے جو وہاں مدرس تھے اور اس کو پہچانتے بھی نہیں تھے اوروں سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے اس کو مولانا تھانویؒ سے تعلق ہے چنانچہ تحقیق کرنے کے بعد یہ بات صحیح نکلی، اسی طرح حضر والا کے ایک خادم کا قیام مدرسہ دیوبند میں ایک صاحب کے پاس ہوا تو جب لالٹین آئی تو اس کے متعلق انہوں نے یہ تحقیق کی کہ آیا مدرسہ کی تو نہیں ہے اس پر بھی ایک بہت معمر اور اکابر کی زیارت کئے ہوئے اور صحبت پائے ہوئے بزرگ نے پوچھا کہ کیا تم کو مولانا تھانویؒ سے تعلق ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/صفحہ، 507)

مرشد تھانوی سب کے لئے کافی ہیں

اس دوسری جلد کے اختتام پر حضرت خواجہ صاحبؒ کے چند قیمتی اشعار جو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں انہوں نے کہے ہیں پیش خدمت ہے۔

ٹلوں گا میں نہ ہرگز لاکھ ہو تو خشمگیں ساقی
کہ جو مے سب سے بہتر ہے وہ ملتی ہے یہیں ساقی
مٹا دیتا ہے تو دم میں غم دنیا و دیں ساقی
یہاں جس کو نہیں تسکین کہیں تسکین نہیں ساقی
یہیں سے پاؤں گا ہر نعمت دنیا و دیں ساقی
کہیں کیوں جاؤں تیرے میکدے میں کیا نہیں ساقی
عجب ہے تیرے میخانہ کا اے پیر مغاں عالم
کہیں ساغر کہیں میکش کہیں مینا کہیں ساقی
نظر میں جانچ لیتے ہیں کہ کس کا ظرف کتنا ہے
دکھائے کوئی ایسا نکتہ رس اور دوربیں ساقی
سلامت تیرا میخانہ سلامت تیرے مستانے
رہے گا رنگ عالم میں یہی تا یوم دیں ساقی
مجذوب نارسیدہ کو واصل بنا دیا
ناقص کو ایک نگاہ میں کامل بنا دیا
فیض نظر سے نفس کی کایا پلٹ ہوئی

جو تھے رذائل ان کو فضائل بنا دیا

غفلت میں دل پڑا تھا کہ ناگاہ آپ نے

آگاہ حق سے غیر سے غافل بنا دیا

مشغول اب نگہ میں ہوا دل بیاد حق

غافل کو دم میں ذاکر و شاغل بنا دیا

اس روسیہ کو آپ نے جو ننگ بزم تھا

پرتو سے اپنے رونق محفل بنا دیا

اس قلب ناسزا کو جو ننگ وجود تھا

ایسا نوازا ناز کے قابل بنا دیا

ایسے کو جو پڑا تھا مذلت کے قعر میں

اتنا ابھارا صدر افاضل بنا دیا

میرے دل سیاہ کو انوار قلب سے

خورشید پر ضیا یا کا مماثل بنا دیا

پھر سہل کر دیا مرے سرکار آپ نے

میں نے جس امر سہل کو مشکل بنا دیا

چسکا لگا کے یاد خدا کا حضور نے

بیزار کاروبار و مشاغل بنا دیا

دلدادہ کر دیا مجھے خلوت کا آپ نے

اس بزم بے ثبات سے بد دل بنا دیا
کر کر کے سہل وہ دقائق بیان کئے
نافہم جاہلوں کو بھی عاقل بنا دیا
اتنا کیا ہے آپ نے آساں طریق کو
کہہ سکتے ہیں کہ راہ کو منزل بنا دیا
قائل زباں سے ہوں کہ نہ ہوں لیکن آپ نے
دل سے تو منکروں کو بھی قائل بنا دیا
دیکھا نہ کوئی مصلح اخلاق آپ سا
دیووں کو بھی فرشتہ عامل بنا دیا
دنیا کو راہ راست دکھائی حضور نے
جب کج رووں نے پیرو باطل بنا دیا
تیرا ذکر ورد زباں ہو رہا ہے
یہاں ہو رہا ہے وہاں ہو رہا ہے
فدا تجھ پہ ہر نکتہ داں ہو رہا ہے
دمکتا ہے چہرہ چمکتی ہے آنکھیں
بڑھاپے میں بھی جاں جاں ہو رہا ہے
میں مجذوب ہوں میری باتیں ہیں سچی
عبث معترض بدگماں ہو رہا ہے۔

(اشرف السوانح، جلد/2، صفحہ،511)

اپنی تنخواہ کا کچھ حصہ مصارف خیر کے لئے متعین کرلیجئے

حضرت والا کا ابتداء ہی سے یہ معمول ہے کہ علاوہ صدقات واجبہ کے اپنی آمدنی کا چوتھائی حصہ مصارف خیر میں بطور صدقات نافلہ کے فرمادیتے ہیں۔ حضرت والا کے اس معمول کا احقر کو علم اس طرح ہوا کہ جب احقر بعد ترک ڈپٹی کلکٹری ڈپٹی انسپکٹر مقرر ہوا تو چونکہ دوروں کے لئے سرکاری خیمہ نہیں ملتا تھا اس لئے یہ اشکال پیش آیا کہ پھر قیام کہاں کیا جائے کیونکہ کسی پر بیجا بار ڈالنا یا عہدہ کے اثر سے کام لینا شرعاً جائز نہ تھا۔ اس وقت حضرت والا نے احقر کو یہ مسئلہ بتلایا کہ اگر کسی مسافر کے لئے ٹھہرنے کا کوئی اور ٹھکانا نہ ہو تو ان کو مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے۔ اور یہ مشورہ دیا کہ آپ مسجدوں میں ٹھہر جایا کیجئے اور بہت سے بہت یہ کیا کیجئے کہ چلتے وقت مسجد کے مصارف کے لئے کچھ دے دیا کیجئے اس صورت میں مسجد کا بھلا بھی ہو جایا کرے گا اور آپ کے قلب پر مسجد کے اندر ٹھہرنے سے گرانی بھی نہ ہوا کرے گی، پھر فرمایا کہ اس قسم کے صدقات نافلہ کے لئے اپنی تنخواہ کا کچھ حصہ مثلاً فی روپیہ ایک پیسہ دو پیسہ آنہ دو آنہ چار آنہ جتنا بھی بے تکلف نکال سکیں ایک معین مقدار مقرر کرلیجئے تاکہ ایسے مواقع پر نفس کشاکشی نہ کرے بلکہ ایسے مواقع کا منتظر رہا کرے کیونکہ جب ایک رقم مصارف خیر ہی کے لئے اپنے پاس جمع ہے تو پھر بجائے کشاکشی کے سبکدوش ہونے کا طبیعت میں تقاضا ہوگا اور خود ہی مصارف خیر کی فکر اور تلاش رہا کرے گی، پھر فرمایا کہ میں نے بھی شروع ہی سے اپنی آمدنی کا چوتھائی حصہ مصارف خیر کے لئے مقرر کر رکھا ہے جس کی وجہ سے بڑی سہولت رہتی ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ 30)

حضرت حکیم الامتؒ کی کتابیں ہمیشہ پھیلتی اور سدا بہار رہینگی

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت والا کی تصانیف کی مقبولیت عامہ کے متعلق خود حضرت والا کا ایک بہت پرانا ارشاد یاد آیا۔ عرصہ دراز ہوا ایک بار مخالفین کی مخالفانہ کارروائیوں کا ذکر فرما کر احقر سے بہت جوش کے ساتھ فرمایا تھا کہ مخالفین سب اپنی اپنی کوششیں کرلیں آپ دیکھیں گے کہ ان شاء اللہ میری کتابیں ایسی پھیلیں گی کہ کسی کے روکے نہ رکیں گی۔

چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ ایسا ہی ہوا اس پر احقر کو اپنے یہ شعر یاد آتے ہیں ؎

خود مٹ جائیں گے سب حق کے مٹانے والے
لاکھ کوششیں کریں مٹتا تیرا افسانہ نہیں
داغ دل چمکے گا بن کر آفتاب
لاکھ اس پر خاک ڈالی جائیگی

(اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ،80)

بہشتی زیور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند فرمودہ کتاب ہے

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں: اس کتاب کی مقبولیت عند اللہ کے متعلق جناب مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے ایک صالح شخص کا خواب روایت فرمایا جس کے متعلق مولوی صاحب ممدوح ہی کی تحریر بلفظہ درج ذیل کی جاتی ہے۔

احقر عبدالکریم سے مخدوم مکرم جناب مولوی رستم علی صاحب ساکن ملا نپور ضلع انبالہ

نے چند مرتبہ بیان فرمایا ہے کہ ایک عرصہ ہوا غالباً ۲۸۔۱۳ھ، یا اس سے کچھ قبل کا ذکر ہے کہ میرے بھائی حاجی رحمت اللہ صاحب نے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے میری موجودگی میں عرض کیا کہ چند روز ہوئے میں نے خواب میں ایک نہایت نفیس باغ دیکھا اور لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ اس میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

بندہ باغ میں داخل ہو کر دربار پرانوار میں حاضر ہوا لیکن دربان نے حجرۂ شریف کے دروازے سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی، میں دوسرے دروازے سے داخل ہونا چاہا وہاں بھی دربان موجود تھا آخر کار دروازے پر کھڑے کھڑے زیارت سے مشرف ہوتا رہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احکام جاری فرمارہے تھے اور خدام کاغذات پیش کر رہے تھے، اخیر میں جب کاغذات کی پیشی ختم ہو چکی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر مبارک اٹھا کر اس غلام کی طرف دیکھا اور محبت سے درباریوں سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو اردو میں سمجھاؤ اس پر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے چند اوراق اٹھا کر مجھے دے دیئے میں پڑھا لکھا نہیں تھا اس واسطے پڑھ تو نہ سکا لیکن اوراق الٹ کر خوب دیکھا بعض جگہ بڑے بڑے حروف تھے اور بعض جگہ چھوٹے چھوٹے اور ان کاغذات کا نقشہ خوب ذہن نشین ہو گیا اس کے بعد بیدار ہوا اور کتابیں دیکھیں جب بہشتی زیور پر نظر پڑی تو میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی کتاب ہے اور اس کو پڑھوا کر سنا تو خوب سمجھ میں آئی، حضرت رائے پوری قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ مبارک خواب ہے اور بہشتی زیور کے مقبول ہونے کی دلیل ہے اور ان شاء اللہ تمہیں حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوگی، مولوی رستم علی صاحب

فرمایا کرتے ہیں کہ بھائی صاحب کو چند روز کے بعد ۲۸۔ ۱۳ھ، بمعیت حضرت رائے پوری زیارت حرمین نصیب ہوگئی اور ان کو بہشتی زیور سننے کا بے حد شوق ہے بار بار سننے سے تمام کتاب کے مسائل ازبر یاد ہوگئے اور خوب سمجھتے ہیں خود پڑھ نہیں سکتے لیکن خاندان کے لڑکے لڑکیوں کو پڑھاتے رہتے ہیں۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ 84)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے وقت میں برکت رکھی ہے

حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے اعلیٰ درجہ کا ملکۂ تصنیف عطا فرمایا ہے چنانچہ طالبعلمی درجہ ہی کے زمانہ میں جبکہ صرف ۱۸ سال کی عمر تھی فارسی میں مثنوی زیروبم لکھی، اسی طرح حضرت والا کی اس کثرت تصانیف میں شروع ہی سے امداد غیبی بھی شامل حال رہی ہے چنانچہ اس زمانہ میں جبکہ حضرت والا اپنے پیرومرشد اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں قیام پذیر تھے اور حسب ایماء اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن عطار اسکندری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تنویر کا اردو ترجمہ اکسیر فی اثبات التقدیر کررہے تھے جو ۱۲۔ ۱۳ھ، کی تصنیف ہے، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کم وقت میں بہت زیادہ کام ہوتا دیکھ کر یہ بشارت دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے وقت میں برکت رکھی ہے، چنانچہ واقعی حضرت والا کے وقت میں کھلی ہوئی برکت دیکھنے میں آتی ہے، جتنے وقت میں جتنا کام حضرت والا کرلیتے ہیں اکثر تجربہ کاروں کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ دوسرا نہیں کرسکتا۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ/85)

میری تصنیف کو جو چاہے اور جتنی تعداد میں چاہے چھاپ سکتا ہے

حضرت والا کی طرف سے عام اجازت ہے کہ جس تصنیف کو جو چاہے اور جتنی تعداد میں چاہے چھاپ سکتا ہے، چنانچہ اصل مطابع نے لاکھوں روپے حضرت والا کی تصانیف کو چھاپ چھاپ کر پیدا کر لئے اور بہتیر وں کی روزی ہی حضرت والا کی تصانیف سے چل رہی ہے۔ (اشرف السوانح جلد/3، صفحہ 90)

حضرت حکیم الامتؒ نے اپنی کسی تصنیف کی نہ خود رجسٹری کرائی نہ کسی دوسرے کو رجسٹری کی اجازت دی

حضرت خواجہ صاحبؒ رقمطراز ہیں: چوں کہ حضرت والا نے محض خدمت دین سمجھ کر خالصاً لوجہ اللہ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور مقصود اشاعت دین ہے اس لئے حضرت والا نے اپنی کسی تصنیف کی نہ خود رجسٹری کرائی نہ کسی دوسرے کو رجسٹری کرانے کی اجازت دی، کیونکہ رجسٹری کرنا اور رجسٹری کروانا شرعاً بالکل ناجائز ہے، چنانچہ بہ ضرورت شرعیہ حضرت والا نے اس کے متعلق ایک اعلان بھی تتمہ رابعہ تنبیہات وصیت مطبوعہ الامداد بابت جمادی الاول ۱۳۳۵ھ میں شائع فرمادیا ہے۔ جو یہاں مکرر اطلاع عام کے لئے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے، اعلان یہ ہے۔

چونکہ یہاں کی تصانیف پر کسی سے کچھ حق تصنیف وغیرہ نہیں لیا جاتا ہے اس لئے ان کی رجسٹری کرانے کا کسی کو حق نہیں۔ فقط یکم جمادی الاول ۱۳۳۵ھ، (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ 91)

اللہ کے کسی ولی پر اعتراض بہت بڑے نقصان کا باعث ہوتا ہے

خوش نصیب ہے وہ شخص جو اولیاء اللہ سے اچھا گمان رکھے اور ان کی تربیت و سختی کو بخوشی قبول کرلے اور بڑا ہی محروم ہے وہ شخص جو اہل اللہ کے لئے دل میں بھی کوئی اعتراض رکھے۔ ذیل کی تحریر میں اسی اصلاح پر نشاندہی کی گئی ہے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں: حضرت والا کسی پر احتساب شرعی فرمارہے تھے اور وہیں ایک طالب بیٹھے ہوئے تھے حضرت والا نے محض ان کے بشرہ سے محسوس فرمالیا کہ ان کے قلب میں حضرت والا کے اس احتساب کے متعلق اعتراض ہے، چنانچہ حضرت والا نے ان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے اقرار کیا، اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کے اس صدق سے تو میں بہت خوش ہوا لیکن ہل جزاء الصدق الا الصدق، میں بھی سچی بات عرض کئے دیتا ہوں کہ ایسی صورت میں مجھ سے آپ کو نفع نہ پہنچے گا، اب آپ کسی دوسرے سے رجوع کریں، اور اب عمر بھر نہ مجھے کبھی کوئی خط لکھیں نہ میرے پاس آئیں۔

ایک صاحب کے استفسار پر اس کے متعلق حضرت والا نے یہ تفصیل فرمائی کہ اگر شیخ کے متعلق دل میں محض وسوسہ آئے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں، یا بوجہ کسی بات کے سمجھ میں نہ آنے کا استعجاب ہو تو اس کا بھی کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اعتراض اور شبہ سخت چیز ہے اس کا قلب میں پیدا ہونا نہایت درجہ مضر اور مانع استفاضہ ہے اور اگر شیخ کے کسی قول یا فعل پر بوجہ سمجھ میں نہ آنے کے استعجاب اور وسوسہ ہو تو اس کو خود شیخ ہی سے رفع نہ کرائے بلکہ دوسرے سے پوچھے ورنہ اس سے اس کے قلب میں تنگی پیدا ہوگی کیونکہ

اگر اس نے جواب دیا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تم ہمارے معتقد رہو سو اس کو کیا غرض پڑی ہے کہ اس غرض سے اپنا تبریہ کرے، بھلا اس کی غیرت دینیہ نیز غیرت طبعیہ کب اس کو گوارا کرسکتی ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ، 115)

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں: احقر نے بار بار تجربہ کیا اور اکثر احباب سے بھی اس کی تحقیق ہوئی کہ جب کسی ظاہری یا باطنی پریشانی کے متعلق حضرت والا کو عریضہ لکھا تو لکھنے کے بعد ہی سے اس کا رفع ہونا شروع ہوگیا اور جواب آنے پر بفضلہٖ بالکل زائل ہوگئی، چنانچہ کل پرسوں ہی ایک بہت ثقہ اور دیندار صاحب نے اپنے بھائی صاحب کو جو ڈپٹی کلکٹر ہیں اور آج کل حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہیں بسبیل تذکرہ یہ لکھا کہ اب میرا بچہ بالکل اچھا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ مجھے جب کوئی تکلیف یا مصیبت پیش آتی ہے ادھر حضرت والا کو عریضہ لکھا فوراً اس میں کمی اسی وقت سے شروع ہو جاتی ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ فوراً ہی اس کا اثر جاتا رہتا ہے، (یعنی قلب سے) میں جب واپس آیا تو اس کو نمونیہ میں مبتلا پایا، سانس لینا مشکل تھا، اسی وقت حضرت کو عریضہ لکھا اور اسی دن بفضلہٖ تعالیٰ اس کی حالت بہت کچھ درست ہوگئی اور دوسرے تیسرے دن بفضلہٖ تعالیٰ اس کی حالت بہت کچھ درست ہوگئی اور دوسرے تیسرے دن اچھا ہوگیا اب صرف ہلکی سی کھانسی باقی ہے، غرض صدہا بلکہ ہزارہا کا تجربہ ہے کہ حضرت والا کے کرامت ناموں سے بہت ہی تسلی ہوتی ہے بلکہ جیسا کہ اس نمبر کے شروع میں عرض کیا گیا عریضہ لکھتے ہی پریشانی کم ہونا شروع ہو جاتی ہے راز اس کا حسب ارشاد شیخ العرب والعجم اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز یہ ہے

کہ چونکہ شیخ محقق اللہ تعالیٰ کے اسم ہادی کا مظہر ہوتا ہے اس لئے اس کی برکت بلا اس کے علم کے بھی طالب صادق کو پہنچتی رہتی ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ 118)

میری تنبیہ کے لئے اللہ نے نکسیر جاری کردی

اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کی مختلف طریقوں اور شکلوں سے رہبری فرماتے رہتے ہیں جن کو وہ خود سمجھ لیتے ہیں حضرت حکیم الامتؒ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رہبری کا یہ نظام زندگی کے تمام ایام میں دیکھیں گے۔

ایک بار حضرت والا کے نکسیر نکلی اور بہت زیادہ نکلی اور کئی دن تک مسلسل جاری رہی بہت تدبیریں کی گئیں لیکن کسی تدبیر سے نہ رکتی تھی حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے اس کا سبب معلوم ہے، وہ یہ کہ آج کل طبقات کبریٰ کا انتخاب کررہا ہوں، اس میں نے ایک بزرگ کا یہ واقعہ دیکھا کہ ان کو نماز پڑھتے وقت انگلی ناک میں ڈالنے کی عادت تھی تو اس کی منجانب اللہ ان کو بذریعہ الہام ممانعت ہوئی چنانچہ وہ رک گئے ایک بار پھر بھول کر نماز میں ناک کی طرف ہاتھ بڑھانے لگے تو ہاتھ اکڑ گیا ناک تک پہنچ ہی نہ سکا گویا اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دستگیری فرمائی اس حکایت کو دیکھ کر مجھے بھی خیال ہوا کہ یہ عادت تو مجھ کو بھی ہے چنانچہ میں نے اس کو ترک کرنے کا تہیہ کرلیا لیکن بھول کر ایک دوبار پھر اس حرکت کا ارتکاب ہوا، اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ نکسیر جاری کردی اور اس طرح انگلی ڈالنے ہی سے جاری ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ اپنے بندہ کی اس طرح حفاظت فرماتے ہیں۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ 141)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی مسند پر

کل شب ایک خواب میں نے دیکھا کہ حضور پرنور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت تشریف لائے ہم سب کو بیٹھنے کے لئے ارشاد فرمایا اور جو تخت پر بیٹھے تھے یا تو اترنے لگے اور یا صدر کی جگہ سے ہٹنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا کہ آپ یہیں تشریف رکھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک تخت پر بیٹھ گئے، چہرہ مبارک بہت نورانی تھا اور ریش مبارک بالکل سفید قد نہ بہت لانبا نہ بہت چھوٹا بالکل جناب کے قد کے مطابق تھا اس جلسہ میں ایک شخص نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی صورت اور دیکھی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جس طرح کا ہوتا ہے وہ اس صورت میں مجھ کو دیکھتا ہے۔ یہ فرمانا مجھ کو خوب یاد ہے اس کے بعد فوراً آنکھ کھل گئی اور اس کے بعد سے اب تک ایک حالت نہایت سرور کی ہے اور وساوس سب موقوف ہیں۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ، 152)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مناجات مقبول حضرت حکیم الامتؒ پڑھنے کی تاکید فرمائی

مناجات مقبول حکیم الامتؒ جو اس راقم کے بھی معمولات کا حصہ ہیں تمام مشائخ نے پسند کیا ہے خود حضرت حکیم الامتؒ کے معمول کا بھی حصہ تھا آپ کے تمام خلفاء علامہ سید سلیمان ندویؒ شاہ عبدالغنی وشاہ وصی اللہ الہ آبادیؒ وغیرھم بھی اس پر عامل تھے ،میں عرصہ دراز سے اس کا اہتمام کرتا چلا آرہا ہوں سچی بات یہ ہے کہ دعائیں اور مناجات وغیرہ بہت سی دیکھی اور پڑھی ہیں آج جس طرح حضرت حکیم

الامتؒ کے مناجات مقبول کے پڑھنے سے قلب ونظر کو تسکین وسیرابی حاصل ہوئی کسی اور سے اتنی نہیں ہوئی، میرا ذہن ودماغ ہمیشہ حیرت کے دریا میں تیرتا رہتا تھا کہ حکیم الامتؒ کی مناجات مقبول سے کیوں اس قدر روحانی تسکین کا سامان ہوتا ہے اور قلب وجگر کو بیحد شادابی کا احساس بھی، جب راقم کو اشرف السوانح کے مطالعہ کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت وتاکید پر نظر پڑی تو پھر یکدم استعجاب وحیرت ختم ہوگئی ذیل کی تحریر پڑھئے.......

خادم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا مجمع ہے جس میں اکثر اپنے پیر بھائی ہیں مجھ کو جلسہ میں سب سے پیچھے جگہ ملی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی میں تقریر فرمارہے ہیں جو مطلق سنائی نہیں دیتا، اخیر میں تقریر کے اس قدر سنائی دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں بھی حق تعالیٰ سے مثل قرآن شریف، **یا رب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجوراً**۔ کی شکایت کروں گا کہ میری امت نے میری سنت کو ترک کردیا، اس کا مجھ پر بہت اثر ہوا، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریر ختم ہوچکی ہے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری حالت نہایت خراب ہے للہ کچھ مجھ کو بھی فرمائیے، فرمایا کہ تم دعا میں کیا پڑھا کرتے ہو، میں نے عرض کیا **اللھم انت السلام** الخ..... پھر...... حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم مناجات مقبول جو مولانا اشرف علی صاحب نے لکھی ہیں (یاد نہیں مولانا کا لفظ بھی فرمایا یا نہیں) وہ پڑھا کرو۔ اس کے بعد بیدار ہوگیا، اپنے آپ کو بہت بشاش پایا...... (عزیز الرحمٰن زمیندار بنچولی ضلع میرٹھ) (اشرف السوانح، جلد 3/ صفحہ 153)

فائدہ: مذکورہ تحریر سے معلوم ہوا کہ اپنے دینی ودنیوی تمام حالات کو درست اور کامیاب بنانے کے لئے مناجات مقبول کا اہتمام نہایت مفید ہے۔ ہدایتوں اور رحمتوں کے دروازے ان سے کھلیں گے، خدا آپ کو بھی اور ہمیں بھی اس کے اہتمام کی سعادت نصیب فرمائے۔ (آمین)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مولانا اشرف علی تھانویؒ نہایت نیک آدمی ہیں اور جو کچھ لکھتے اور بولتے ہیں حق ہے

دیکھتا ہوں کہ ایک جلسہ ہوا اس کے صدر سردار دو جہاں علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد لوگ قسم بہ قسم مسئلے دریافت کرنے لگے، عند الفرصت بندہ نے بھی جا کے یہ بات دریافت کی کہ حضرت حکیم الامت صاحبؒ تھانوی اور مولانا ابوبکر صاحب پھر پھروی کیسے ہیں اور جو کچھ فرماتے ہیں حسب شریعت ہے یا نہیں، جواب میں (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا دونوں نہایت نیک آدمی ہیں اور جو کچھ لکھتے اور بولتے ہیں بالکل حق ہے (خواب، امیر حسن مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور) (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ، 153)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حکیم الامتؒ کی کتابوں کے پڑھنے کی تاکید فرمائی

جمعۃ الوداع یعنی رمضان المبارک کے آخری جمعہ کی شب کو فدوی نے ایک خواب دیکھا کہ بندہ کسی جگہ پر بیٹھا ہوا حلقہ کر رہا ہے اور اوپر سے ایک تخت نمودار ہو جس میں چار چراغ روشن تھے اور چار ہی اصحاب نظر آئے وہ اصحاب مجھے تخت پر بٹھا کر

اپنے ہمراہ لے گئے اور پھر جنگلوں کی طرف لے گئے اور پھر سمندر بھی نظر آیا اور اس سمندر کے اوپر بھی وہ تخت گذر گیا پھر اس طرح منزل بہ منزل چلتے ہوئے ایک مسجد دکھائی دی، یہاں پر وہ تخت ٹھہرا وہاں نماز پڑھی اور اس مسجد کی پچھلی طرف ایک نہر بھی چلتی تھی اس نہر میں سے انہوں نے اور میں نے پانی پیا پھر وہاں سے تخت پر بیٹھ کر ایک بازار آیا وہاں سب طرح کا سامان بک رہا تھا انہوں نے اس تخت کو بازار میں ٹھہرایا اور دکان پر لکھا ہوا تھا کہ یہاں پر رشیدیہ اور اشرفیہ کتابیں مل سکتی ہیں، تو میں نے اسے پڑھ کر ان بزرگوں سے دریافت کیا کہ مجھے مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی کتابیں دے دو انہوں نے چار کتابیں مجھے دیں ان سے وہ کتابیں لے کر پھر اسی تخت پر بیٹھا کر رخصت ہوئے پھر ایک سفید مکان دکھائی دیا جس پر سبز پردے پڑے ہوئے تھے وہاں تخت ٹھہرا اس کمرے کے اندر چاروں بزرگ مجھے بھی لے گئے اس کمرے کی روشنی اس قدر تھی کہ تاب نہیں لاسکتا تھا ،اور نہ چراغ نہ بتی دکھائی دیتی تھی تو وہاں پر تکیہ اور قالین بچھا ہوا تھا جس پر سردار جہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع چاروں اصحاب کے موجود تھے اور ہمارے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفید اونی کپڑے پہنائے جا رہے ہیں اور کپڑے پہننے کے بعد اسی تکیہ سے کمر لگا کر بیٹھ گئے اور میں دروازے کے باہر ان کے سامنے کھڑا ہوا ہوں تو پھر مجھے انہوں نے اندر بلایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شریف احمد ہے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو بلالو کہ یہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا خادم ہے میں سلام کر کے بیٹھ گیا اور مصافحہ بھی کیا وہاں ایک گلاس پانی کا آیا

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیا اور پھر چاروں اصحاب نے پی کر مجھے بھی دیا اور میں نے بھی پیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مولانا صاحب کی کتابوں پر عمل کرتے رہنا اور دوسروں کے کہنے سے مت رکنا۔ (شریف احمد سقہ گنج پوری تحصیل وضلع کرنال)

(اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ، 157)

حکیم الامتؒ کی کتابیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں

احقر کو پنجشنبہ میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور یہ دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احقر کے والد صاحب مدظلہ (محمد عثمان خان صاحب مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی یکے از مجازین حضرت والا) کی دوکان پر تشریف فرما ہیں اور حضرت والا کی تصنیف کردہ کتابیں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ہیں۔

(خادم عبدالمنان دہلوی) (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ، 157)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ (حکیم الامتؒ) اچھا وعظ بیان کرنے والے ہیں

حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اوران کی خدمت میں ہمارے (حضرت والا) اور دیگر حضرات علماء ہیں، ایک بڑا مکان ہے سب علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور وعظ بیان فرمائیں، حضور نے جواب میں فرمایا وعظ بیان کرنے والے بہت سے علماء موجود ہیں، پھر دوبارہ علماء نے درخواست وعظ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ جواب میں ہمارے حضرت حکیم الامتؒ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب مدظلہ العالی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا وعظ انہیں بیان کرنا چاہئے۔

یہ اچھا وعظ بیان کرنے والے ہیں سب علماء چپ ہو گئے۔ جیون ساکن گاؤں گوگواں تحصیل کیرانہ ۵/شعبان، بروز جمعرات ۱۲۵۳ھ۔ (اشرف السوانح جلد/3، صفحہ 159)

اگر کرسی پر بیٹھنے سے تکبر بڑھنے کا خطرہ ہو تو کرسی چھوڑ دینا چاہئے

راقم السطور بچپن سے ہی کرسی پر بیٹھنے سے اعراض کرتا رہا ہے جب بھی بیٹھنے کی نوبت آئی قلب و دماغ پر بار سا محسوس ہوا اور آج بھی وہی کیفیت ہے جب کہ ضرورۃً اور مجبوراً کبھی کبھی کرسی پر بھی بیٹھ لیتا ہوں آج تک یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کرسی پر بیٹھنے سے طبیعت پر گرانی کیوں ہوتی ہے، آج جب ذیل کی تحریر اشرف السوانح میں پڑھی تو وجہ الحمد للہ سمجھ میں آ گئی۔

حضرت والا کے مسترشد منشی علی سجاد صاحب فرماتے ہیں:

کل شب کو خواب دیکھا کہ سرزمین مکہ معظّمہ کے ایک بہت وسیع میدان میں حضور سرور عالم مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور دائیں جانب حضرت والا تشریف رکھتے ہیں اور ادھر ادھر بہت کثیر مجمع دیگر اصحاب کا حلقہ کئے ہوئے بیٹھا ہے، مگر بجز حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی دوسرے کا چہرہ صاف نہیں نظر آتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ تھا اور نہایت لطیف اور نازک اور سفید ٹوپی حضور زیب سر کئے ہوئے تھے، میں حاضر ہوا اور میں نے قصد بیعت ہونے کا کیا اس پر ارشاد ہوا سامنے آ کر بیٹھو ہم بھی دیکھیں مرید کیسا ہے میں نہایت ادب سے ڈرتا ہوا دو زانو بیٹھا مگر کچھ مسکراہٹ آنے لگی میں نے روکا اور زیادہ مؤدب ہو کر دو زانو سامنے بیٹھا پھر تھوڑا سا

آگے بڑھا اور بیعت کی خواہش کا اظہار کیا اس پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد بیعت لینا شروع کیا مگر ہنوز شروع نہ کیا تھا کہ حضرت والا نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ان سے یہ عہد لے لیجئے کہ کرسی پر نہ بیٹھوں گا اسی پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عہد کرو کہ میں کرسی پر نہ بیٹھوں گا اور اسی کے ساتھ کسی اور بات کا عہد لیا مگر وہ بات یاد نہ رہی۔میں نے عہد کیا کہ میں کرسی پر نہ بیٹھوں گا...

منقول از اصل خط منشی علی سجاد صاحب بی،اے،ڈپٹی کلکٹر جو خواب دیکھنے کے زمانہ میں شاہ آباد ضلع ہردوئی میں تحصیل دار تھے۔خط کے آخر میں تاریخ ۴/ذی الحجہ لکھی ہوئی ہے لیکن سنہ لکھا ہوا نہیں۔کرسی پر نہ بیٹھنے کے عہد کے متعلق حضرت والا کی یہ تعبیر بھی اس خط میں لکھی ہوئی ہے کہ مراد یہ ہے کہ بلا ضرورت بلکہ اصل مراد ترفع سے نہی گو بلا کرسی ہی ہو خاص صورت کرسی کی مراد نہیں۔ڈپٹی صاحب نے کرسی پر بیٹھنا چھوڑ دیا تھا لیکن حضرت والا کی تعبیر کی بناء پر بیٹھنے لگے۔(اشرف السوانح،جلد/3،صفحہ،161)

فائدہ: مذکورہ تحریر میں چند اہم نکات سامنے آ گئے ہیں۔

(۱) پیری مریدی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا جس سے ثابت ہو گیا کہ یہ عمل واقعتہً سنت ہے (۲) اگر کسی کے اندر تکبر بڑھنے کا اندیشہ ہے تو کرسی پر نہ بیٹھے (۳) حضرت حکیم الامت کا سلسلہ مبارک ہے۔

میں نے عقد ثانی کا دروازہ کھولا نہیں بند کر دیا ہے

حضرت والا نے عقد ثانی کے بعد دونوں ازواج محترمات کے درمیان تمام

معاملات ومسائل اور جزئیات میں پورے پورے عدل کا لحاظ رکھا شروع شروع میں عدل کی جزئیات دقیقہ کی رعایت میں بڑی دشواری پیش آئی مگر رفتہ رفتہ تمام دشواریوں کو اللہ تعالیٰ نے آسان فرمادیا اور ساری جزئیات عدل کے متعلق طریق عمل سمجھ میں آ گیا۔اسی رعایت جزئیات عدل کی بنا پر حضرت والا نے بعض حضرات کے اس کہنے پر کہ آپ نے تو عقد ثانی کا دروازہ کھول دیا۔یہ جواب ارشاد فرمایا کہ نہیں میں نے دروازہ کھولا نہیں ہے بلکہ بند کردیا ہے کیونکہ جب لوگ یہ دیکھیں گے کہ عدل کی اتنی رعایت کرنی پڑے گی فوراً اس کو دشوار سمجھ کر عقد ثانی کی ہمت نہ کرسکیں گے چنانچہ حضرت والا نے عدل کی دشواریوں ہی کا ذاتی تجربہ فرما کر اس مضمون میں جو اپنے عقد ثانی کے متعلق اصلاح انقلاب امت میں تحریر فرمایا ہے دوسروں کو یہ نصیحت فرمائی کہ ؎

من نہ کردم شما حذر بکنید

میں نہیں کرسکا تم احتیاط کرنا۔حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ فرماتے ہیں:

حضرت والا کے اہتمام جزئیات عدل سے متعلق اس زمانہ کا ایک ملفوظ یاد آیا جبکہ نیا نیا عقد ثانی ہوا تھا۔فرمایا میں تو ایک کی باری میں دوسری کا خیال لانا بھی خلاف عدل سمجھتا ہوں کیونکہ اس سے اس کی طرف توجہ میں کمی ہوگی جس کی باری ہے اور یہ اس کی حق تلفی ہے۔اسی طرح اب میں اپنے کپڑے کو خانقاہ ہی میں رکھتا ہوں اگر میں ایک گھر میں کپڑے رکھتا تو دوسرے گھر والوں کو شکایت پیدا ہوتی کہ ہمارے ساتھ اتنی خصوصیت نہیں جتنی دوسری کے ساتھ،اسی سے اندازہ لگا لیجئے کہ حضرت والا کو عدل کا کس درجہ اہتمام رہا ہے،حضرت والا نقد یا غیر نقد جو کچھ دیتے ہیں دونوں کو برابر برابر

دیتے ہیں اور اس کا یہاں تک اہتمام ہے کہ ایسی چیزوں کی تقسیم کے لئے جو وزن کی جاتی ہیں ایک نہایت صحیح کانٹا اپنی نشست گاہ کے سامنے لگا رکھا ہے، جس کو مزاحاً میزان عدل فرمایا کرتے ہیں کھانا بھی ایک دن ایک گھر میں تناول فرماتے ہیں اور ایک دن دوسرے گھر میں اور رمضان المبارک میں افطار کے وقت بڑے گھر اور سحر کے وقت چھوٹے گھر۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ،163)

اگر عورت مہر معاف کردے تب بھی مہر ادا کردے

خواجہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: گو برادری میں ادئے مہر عام دستور نہیں ہے لیکن حضرت والا نے دونوں گھروں کا مہر ادا فرمادیا ہے بلکہ حضرت والا تو فرمایا کرتے ہیں کہ اگر عورت مہر معاف بھی کردے تب بھی مرد کی غیرت کا مقتضا یہی ہونا چاہئے کہ وہ پھر بھی مہر ادا کرے چنانچہ حضرت بڑی پیرانی مدظلہا نے اپنا پانچ ہزار کا مہر نہایت خوشی سے معاف کردیا تھا لیکن پھر بھی حضرت والا نے ادا فرمادیا اور حضرت والا کے نزدیک۔ **وان تعفوا اقرب للتقوی**۔ کی راجح تفسیر یہی ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ،164)

ہندوستان کی عورتیں اپنے شوہر کی فدائی ہوتی ہیں

حضرت والا بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی عام طور سے بہت تاکید فرماتے رہتے ہیں اور جب کسی کے تشدد کا حال سنتے ہیں تو حضرت والا کا دل بہت کڑھتا ہے اور فرماتے ہیں کہ عورتیں بیچاریاں ہر طرح بس شوہر کے رحم پر ہوتی ہیں سوائے شوہر کے اور ان کا کون ہوتا ہے لہذا بہر حال رحم ہی کا برتاؤ کرنا چاہئے اور ہندوستان کی عورتیں عموماً اپنے شوہر

کی فدائی ہوتی ہیں ان کے اوپر تشدد اور بھی بے رحمی ہے اور عموماً عفیف بھی ایسی ہوتی ہیں جیسے حوریں جن کی صفت قرآن مجید میں قاصرات الطرف۔ فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ مردوں میں تو نامحرم کے وسوسوں سے شاید ہی کوئی بچا ہوا ہو اور شریف عورتیں قریب قریب سبھی ایسی ہیں کہ ان کو کبھی عمر بھر بھی کسی غیر مرد کا وسوسہ تک نہ آیا ہوگا۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ۔168)

فرض یا سنت کی نیت کا توڑنا کب واجب ہے

ایک بار حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا چھت پر سے گر پڑیں اس وقت حضرت والا خانقاہ میں فجر کی نماز کی سنتیں پڑھ رہے تھے اسی دوران میں اطلاع ہوئی، حضرت والا نے فوراً نیت توڑ دی اور گھر تشریف لے جا کر ان کی تیمارداری فرمائی جب سب ضروری انتظام فرما چکے اس وقت واپس تشریف لا کر نماز فجر ادا کی ایسی حالت میں نیت توڑ دینا شرعاً واجب تھا۔ **كما في الدر المختار باب ادراك الفريضة ويجب القطع لنحو انجاء غريق او حريق**۔ سبحان اللہ کیا کیا ادائے حقوق اور حفظ حدود ہیں ورنہ زاہدان خشک تو نماز تو درکنار ایسے موقع پر وظیفہ بھی چھوڑنا خلاف زہد سمجھتے ہیں جو سراسر حدود شرعیہ سے تجاوز ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ،168)

جب بیوی پر زیادہ غصہ آئے تو کیسے نجات پائے

خواجہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ: ایک طالب نے اپنی بیوی کے بیجا طعنوں کی سخت شکایت لکھی اور لکھا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں کوئی بری راہ (یعنی تجاوز عن الحدود) نہ اختیار کر بیٹھوں۔ تو حضرت والا نے ممانعت فرمادی اور تحریر فرمایا کہ اس وقت اس کو شیطان کی مینا اور نقال تماشا سمجھ لیا کیجئے اس سے غیظ نہ ہوگا۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ،168)

علم دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرنا ہر شخص پر فرض عین ہے

میں اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں علم دین کا سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرنا ہر شخص پر فرض عین ہے خواہ بذریعہ کتاب ہو یا بذریعہ صحبت بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتن دینیہ سے حفاظت ہو سکے جن کی آج کل بیحد کثرت ہے۔ اس میں ہرگز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔ (اشرف السوانح جلد/3، صفحہ 176)

ایک عظیم نسخہ

مکمل محفوظ، طاقتور اور پرسکون زندگی کے لئے

خاص وعام تمام قارئین سے گزارش ہے کہ ذیل میں تحریر کردہ قیمتی نصیحت اور مفید ہدایت کو بار بار پڑھیں، بچوں کو سنائے اور اگر ہو سکے تو اپنے گھر کی اس دیوار سے جس پر ہمیشہ نظر پڑتی ہے اس ہدایت نامہ کو فریم میں لگا کر لٹکا دیں اور صبح وشام جب بھی موقع ہو ایک بار پڑھ کر اپنے احوال کی اصلاح کا سامان کریں۔ (مرتب)

ہدایت نامہ

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دینی یا دنیوی مضرتوں پر نظر کر کے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔

(1) شہوت وغضب کے مقتضا پر عمل نہ کریں۔

(2) تعجیل نہایت بری چیز ہے۔

(3) بے مشورہ کوئی کام نہ کریں۔

(4) غیبت قطعاً چھوڑ دیں۔

(5) کثرت کلام اگرچہ مباح کے ساتھ ہواور کثرت اختلاط خلق بلا ضرورت شدیدہ و بلا مصلحت مطلوبہ اور خصوصاً جبکہ دوستی کے درجہ تک پہنچ جائے پھر خصوص جبکہ ہر کس و ناکس کو راز دار بھی بنالیا جائے نہایت مضر چیز ہے۔

(6) بدون پوری رغبت کے کھانا ہرگز نہ کھائیں۔

(7) بدون سخت تقاضہ کے ہم بستر نہ ہوں۔

(8) بدون سخت حاجت کے قرض نہ لیں۔

(9) فضول خرچی کے پاس نہ جائیں۔

(10) غیر ضروری سامان جمع نہ کریں۔

(11) سخت مزاجی و تندخوئی کی عادت نہ کریں رفق اور ضبط اور تحمل کو اپنا شعار بنائیں۔

(12) زیادہ تکلف سے بہت بچیں اقوال و افعال میں بھی طعام ولباس میں بھی۔

(13) مقتدا کو چاہئے کہ امراء سے نہ بدخلقی کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بنادے بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کے لئے۔

(14) معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں۔

(15) روایات و حکایات میں بے انتہا احتیاط کریں، اس میں بڑے بڑے دیندار اور فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں۔

(16) بلا ضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت و تجویز طبیب حاذق شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔

(17) زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت و لایعنی سے احتیاط رکھیں۔

(18) حق پرست رہیں اپنے قول پر جمود نہ کریں۔

(19) تعلقات نہ بڑھائیں۔

(20) کسی کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ کریں۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ، 178)

ایصال ثواب کا طریقہ

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

میری قارئین گزارش ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ نے اپنی وفات کے بعد اپنے لئے ایصال ثواب کا جو طریقہ پسند فرمایا ہے وہ درحقیقت سنت نبوی کی اتباع اور تعمیل ہے اسلئے ہمیں بھی ایصال ثواب کا یہی مبارک طریقہ اپنانا چاہئے تاکہ ہمارے اعمال سنت کے مطابق ہو کر بابرکت اور باعث اجر ہو جائیں کیونکہ جو عمل سنت کے خلاف ہو گا وہ قبول نہیں ہو گا۔ ذیل میں حضرت کی وصیت پڑھئے............

فرمایا: میرے ایصال ثواب کے لئے کبھی جمع نہ ہوں نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام اگر کسی دوسرے اتفاق سے بھی جمع ہو جائیں تو تلاوت وغیرہ کے وقت قصداً متفرق ہو جائیں اور ہر شخص منفرداً بطور خود جس کا دل چاہے دعا صدقہ وعبادت نافلہ سے نفع پہنچائے، نیز میری مستعمل چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے تبرکات کا سا معاملہ نہ کریں البتہ اگر کوئی محبت سے شرعی طریق سے اس کا مالک بن کر مخفی طور پر اپنے پاس رکھے مضائقہ نہیں اس کا اعلان اور دوسروں کے دکھلانے کا اہتمام نہ کیا جائے۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ، 193)

فائدہ: مروجہ قرآن خوانی سراسر رسم ہے قرآن کریم کی توہین ہے کسی بھی ایصال ثواب کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام سے کبھی یہ ثابت نہیں ہے اگر اجتماعی قرآن خوانی ضروری ہوتی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کا اس پر عمل ضرور ہوتا اس لئے اہل علم اور علماء کرام کو اس سے بچنا چاہئے اور عوام کو بھی حکمت وتدبیر سے اس رسم سے محفوظ رکھنا چاہئے۔

حضرت حکیم الامتؒ کو بُرا کہنے والا دوزخ میں

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ فرماتے ہیں: احقر کے ایک عزیز تھے جو حضرت والا سے سوءظن رکھتے تھے کیونکہ ان کو ایسے لوگوں کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا تھا جن کو حضرت والا سے عناد تھا، جب حضرت والا کا اس نواح میں تشریف لے جانا ہوا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے لوگوں سے حضرت والا کے خلاف باتیں کہنی سنی شروع کردیں اس کے کچھ ہی عرصہ کے بعد وہ ایک مہلک مرض میں مبتلا رہ کر انتقال کر گئے۔ اس کے انتقال کے بعد ایک عرصہ دراز کے بعد جبکہ ان واقعات کا ذہن میں کسی قسم کا کوئی ادنیٰ خیال بھی باقی نہ رہا تھا نہ مدت سے کوئی ان واقعات کا تذکرہ کرتا تھا مرحوم کے حقیقی چھوٹے بھائی جو اس وقت حضرت والا کے مرید بھی نہ تھے اتفاق سے تھانہ بھون آئے ہوئے تھے ،انہوں نے مشغولی ذکر اسم ذات میں بین النوم والیقظہ یہ دیکھا کہ مرحوم موجود ہیں اور کوئی کہنے والا ہیبت ناک آواز سے کہہ رہا ہے کہ ڈال دو اس کو دوزخ میں اس نے مولوی اشرف علی کو بُرا کہا ہے، اس واقعہ کو انہوں نے حضرت والا سے بذریعۂ پرچہ عرض کیا تو حضرت

والا نے تحریر فرمایا کہ اول تو غالب احتمال یہ ہے کہ یہ خواب ہی نہیں محض خیال ہے لیکن پھر بھی احتیاطاً میں نے ان کو بالتخصیص معاف بھی کر دیا ہے کیونکہ بالتعمیم تو میں اپنے بُرا کہنے والوں کو ہمیشہ معاف ہی کرتا رہا ہوں اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کر دی ہے، مزید احتیاط کے لئے آپ یہ کریں تو بہتر ہے کہ میرے ہاتھ سے کچھ نقد دلوا کر ان کے لئے ایصال ثواب بھی کرا دیں تا کہ اگر میرے قلب میں کدورت کا کوئی خفی اثر باقی رہ گیا ہو تو وہ بھی مٹ جائے۔ اس سے حضرت والا کی اعلیٰ درجہ کی شان کرم ظاہر ہوتی ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ/218)

چیزوں کو سلیقہ سے ان کی جگہ پر رکھنا سیکھئے

حضرت والا نے فرمایا کہ ہے تو چھوٹی سی بات لیکن میں گھروں میں جب کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی مثلاً لوٹا، دیا سلائی وغیرہ اٹھاتا ہوں تو ہمیشہ اس کو بعد فراغت اسی جگہ رکھتا ہوں جس جگہ سے اس کو اٹھاتا ہوں کیونکہ ممکن ہے رکھنے والے نے اس کو کسی خاص مصلحت سے اسی جگہ رکھا ہو اور جگہ بدل جانے سے اس کو خلجان ہو۔ ہمیشہ اس کا اہتمام رکھتا ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ کبھی تخلف نہیں ہوتا۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ/226)

اگر آپ پر کوئی اعتراض کرے تو آپ کا ردعمل کیسا ہو

انسان کی غیرت وعزت کا مقتضا یہ ہے کہ اس پر کوئی اعتراض نہ کرے اور اس کی شان میں کوئی گستاخی نہ کرے ہر شخص طبعی اور فطری طور پر کچھ ایسا ہی واقع ہوا ہے سوائے انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے یہ حضرات ان باتوں سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ

معترض کے اعتراض سے بڑھ کر اپنے آپ کو خاکسار سمجھتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت ؒ بھی ان ہی اولیاء کرام کی صف میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے کبھی اپنے معترض کو پلٹ کر برا بھلا نہیں کہا بلکہ اس کے ساتھ ایسا رویہ اپنایا جو اہل اللہ اور اہل اخلاص کا ہوا کرتا ہے، اس سلسلہ میں حضرت خواجہ صاحب ؒ کے ذیل کا مضمون پڑھئے......

حضرت والا پر اگر کوئی کسی قسم کا اعتراض کرتا ہے تو اس سے اپنا تبریہ فرمانے کی ہرگز کوشش نہیں فرماتے بلکہ اگر وہ اعتراض علمی ہوتا ہے اور قابل قبول ہوتا ہے تو اس کو قبول فرما کر اپنی تحقیق سابق سے بلا تامل رجوع فرمالیتے ہیں۔اور اگر اعتراض معاندانہ رنگ کا ہوتا ہے تو اس کی مطلق پرواہ نہیں فرماتے چنانچہ اگر ایسا اعتراض بذریعہ جوابی خط کے موصول ہوتا ہے تو بجائے اپنا تبریہ فرمانے کے نہایت استغناء کا جواب تحریر فرمادیتے ہیں اور ایسے عنوان سے کہ معترض پر یہ ظاہر ہوجائے کہ اس کا اعتراض بالکل لغو اور غیر قابل التفات سمجھا گیا۔مثلاً ایک شخص کو جس نے واہی تباہی اعتراضات لکھ کر بھیجے تھے تحریر فرمادیا کہ مجھ میں اس سے زیادہ عیوب ہیں مگر مجھے تو اپنے عیوب کی اشاعت کی توفیق نہیں ہوتی تم اس کو مشتہر کردو تا کہ لوگ دھوکہ میں نہ رہیں۔

حضرت حکیم الامت ؒ کا اپنے مخالفین کو اعتراضات کا جواب نہ دینے کی وجوہات کے سلسلہ میں طرز عمل دیکھئے۔

بعد حمد وصلوۃ کے یہ احقر عرض رسا ہے کہ ایک مدت دراز سے مجھ پر عنایت فرماؤں کی طرف سے بے جا اعتراضوں کی بوچھار ہے جس میں اکثر کا سبب تعجب اور تحزب ہے جس کے جواب کی طرف احقر نے اس لئے کبھی التفات نہیں کیا کہ میں نے ان اعتراضوں کو قابل التفات نہیں سمجھا، نیز یہ بھی خیال ہوا کہ آج کل جواب دینا قاطع

اعتراضات نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ طول کلام ہوجاتا ہے تو وقت بھی ضائع ہوا اور غایت بھی حاصل نہیں ہوئی تیسرے مجھ کو اس سے زیادہ اہم کام اس کثرت سے رہا کئے کہ اس کام کے لئے مجھ کو وقت بھی نہیں مل سکتا تھا، چوتھے میں نے جہاں تک دل کو ٹٹولا ایسے اعتراضوں کے جواب دینے میں نیت اچھی نہیں پائی میں اہل خلوص کو تو کہتا نہیں مگر مجھ جیسے مغلوب النفس کی نیت تو زیادہ یہی ہوتی ہے کہ جواب نہ دینے میں معتقدین کم ہوجائیں گے شان میں فرق آجائے گا جس کا حاصل ارضاء عوام سے غیرت آتی ہے، چونکہ احقر کو اس سے انقباض ہوتا ہے بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گویا عوام کی خوشامد ہورہی ہے کہ ہم سے ناراض مت ہونا ہم کو برا مت سمجھنا ہماری برائی تم سے غلط کہی گئی ہے سو جہاں کوئی دنیوی ضرورت ہو وہاں تو ایسا کرنا بھی مضائقہ نہیں اور جہاں یہ بھی نہ ہو تو کیوں تعب میں پڑے۔ اور تقلیل منافع مالیہ یا فوت جاہ یہ کوئی معتدبہ بھی ضرر نہیں جس کے لئے اتنا اہتمام کیا جائے یہ ہے میرا مذاق اس امر میں۔ پس ان وجوہ سے میں نے اس کا کبھی قصد نہیں کیا اور نہ اپنے مخصوصین کو اس کی اجازت دی ہاں اگر کسی محض بے تعلق شخص نے بدوں مجھ سے مشورہ لئے ہوئے کبھی جواب دے دیا تو نفس کو سرور ضرور ہوا مگر پوچھنے پر مشورہ بھی کسی کو نہیں دیا۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ 229)

بڑے سے بڑا حادثہ بھی مجھے پریشان نہیں کرتا

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ فرماتے ہیںؒ: حضرت والا ماشاء اللہ کوہ استقلال ہیں بعون اللہ تعالیٰ بڑے بڑے حادثات میں بھی از جا رفتہ نہیں ہوئے، احقر کو بارہا

سخت حوادث کے دوران میں بھی اور بعد کو بھی حاضری کا اتفاق ہوا لیکن حضرت والا کو ہمیشہ اسی شان اور سکون کے ساتھ ہمہ تن خدمات دینیہ میں مشغول پایا جس سے حیرت ہوگئی، خود فرمایا کرتے ہیں کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے بس یہ مراقبہ اچھی طرح ذہن میں جما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی، حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انہیں اپنی مخلوق محکوم کے ظاہر اور باطن میں ہر طرح کے تصرفات فرمانے کا ہر وقت کامل اختیار اور پورا حق حاصل ہے کہ کسی کو مجال چون و چرا نہیں اور حکیم ہونے کے اعتبار سے ان کا ہر تصرف حکمت پر مبنی ہوتا ہے گو ہماری سمجھ میں وہ حکمت نہ آئے چونکہ بفضلہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کا حاکم اور حکیم ہونا اچھی طرح ذہن نشین ہوگیا ہے اس لئے بڑے سے بڑے حادثہ میں جس کو پریشانی کہتے ہیں وہ الحمد للہ مجھ کو کبھی نہیں ہوتی طبعی اثر ہونا اور بات ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ، 334)

سیاسی تحریکات کے بارے میں حضرت حکیم الامتؒ کا موقف

قارئین سے گذارش ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ کے ذیل کے نظریہ اور فکر و عمل جس پر وہ آخری دم تک قائم رہے محبت اور حسن اعتقاد سے پڑھیں جن کو شرح صدر ہو وہ سیاسی تحریکات سے وابستہ ہوں جن کو شرح صدر نہ ہو ان کو چاہئے کہ احتیاط برتیں۔

فرمایا: میں تو ان تحریکات کا مسلمانوں کے لئے سراسر مضر اور اس سلسلہ میں اکثر عوام میں جو طریق عمل اختیار کئے جارہے ہیں ان کو ناجائز سمجھتا ہوں نیز میرے نزدیک ان کا نتیجہ سوائے ضرر کے اور کچھ نہیں۔

حضرت خواجہ صاحبؒ آگے تحریر فرماتے ہیں حضرت والا کا یہ ارشاد بالکل اسی کا مصداق ثابت ہوا ؎

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید (قلندر جو کہتا ہے دیکھ کر کہتا ہے) اور بجز دینی و دنیوی ضرر کے کچھ نتیجہ نہ ہوا تحریکات کے زور وشور ختم ہو جانے کے بعد بہت سے مخالفین نے حضرت والا سے معافیاں مانگیں اور حضرت والا کی اصابت رائے کی داد دی نیز متشددین کو بھی بہت سے امور میں ڈھیلا ہونا پڑا۔

چنانچہ اس کے متعلق حضرت والا تحدیث بالنعمت کے طور پر فرمایا کرتے ہیں! کہ سب کو کچھ نہ کچھ اپنے مرکز سے ہٹنا پڑا لیکن الحمدللہ میں جس مرکز پر اول روز تھا اسی مرکز پر آج تک بدستور قائم ہوں مجھ کو بفضلہ تعالیٰ اپنی رائے سے ایک انچ بھی ہٹنا نہ پڑا بلکہ تجربوں نے تو اور بھی مجھ کو اپنی رائے پر مستحکم کر دیا ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ 235)

فائدہ: علماء و دیندار طبقہ کو چاہئے کہ کسی بھی تحریک یا تنظیم کو قائم کرنے سے پہلے کسی اہل اللہ اور صالح بزرگ سے ضرور مشورہ کریں تاکہ انجام بخیر ہو۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ حکیم الامت نہ لکھنا حق تعالیٰ کے ساتھ بے ادبی ہے

الحمدللہ راقم السطور نہایت ہوش وحواس کے ساتھ بغیر کسی ادنیٰ غلو کے خواجہ صاحبؒ کی ذیل کی تحریر نقل کرتا ہے جو لوگ اہل اللہ سے سچی محبت رکھتے ہیں ان کے لئے یہ تحریر باعث لطف وسکون اور ہدایت وسند کا کام دے گی حضرت خواجہ صاحبؒ کا قلم گہر بار رقمطراز ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی ذات بابرکات کو اصلاح امت اور تجدید ملّت ہی کی اہم ترین خدمت کے لئے پیدا فرمایا ہے جس کو حضرت والا نے بعون اللہ تعالیٰ اس حسن وخوبی سے انجام دیا اور دے رہے ہیں کہ منجانب اللہ حضرت والا کو عموماً حکیم الامتؒ اور مجدد الملت ہی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق یاد آئی۔ جناب مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی مد فیوضہم جن کو مولانا ممدوح سے شرف بیعت حاصل ہے اپنی ایک یادداشت میں جو احقر کو لکھ کر حوالہ فرمائی ہے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدی مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ جب کسی تحریر میں حضرت کے نام کے ساتھ حکیم الامت لکھا ہوا نہ پاتے تو بہت ناراض ہوتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے جب قلوب رجال میں ان کے لئے ایک لقب ڈال دیا ہے تو اس کو چھوڑنا نہ چاہئے کہ اس میں حضرت حق کے ساتھ سوءادب ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ 310)

فائدہ: قارئین جانتے ہیں کہ حضرت مولانا خلیل محدث سہارنپورؒ وہی ہیں جو حضرت مولانا الیاس صاحبؒ بانی تبلیغی جماعت کے شیخ ومرشد ہیں اور حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے حضرت محدث سہارنپوریؒ کے متعلق ارشاد فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ نے میرے خلیل میں صحابہ کی نسبت رکھی ہے۔

مشہور کتاب ابوداؤد شریف کے شارح بھی ہیں عربی زبان میں آپ کی معرکہ الآراء بذل المجہود (شرح ابوداؤد) نہایت مقبول ترین کتاب ہے آپ اس وقت جنت البقیع مدینہ میں آرام فرما ہیں۔

ایسی ہستی کی جانب سے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو حکیم الامت لکھنے کی تاکید

کیا جانا معمولی بات نہیں، اس لئے جو شخص بھی حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا اسم مبارک لکھے تو حکیم الامت ضرور لکھے معلوم ہوا کہ حضرت حکیم الامتؒ کو حکیم الامت لکھنا اکابر کی نصیحت و ہدایت پر عمل کرنا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اکابر سے محبت اور ان کے مسلک پر اعتماد و اعتقاد کی دولت عطا فرمائے۔

خانقاہ تبلیغ کا کام بھی کرتی ہے

خواجہ صاحب لکھتے: حضرت اقدس ہمیشہ سے اسلامی مدارس کو اس طرف توجہ دلاتے رہے ہیں کہ تبلیغ کا اہتمام بھی تعلیم کی طرح ضرور رکھا جاوے خانقاہ کی طرف بہت عرصہ سے تبلیغ کا سلسلہ جاری فرما رکھا ہے گو کسی عارض کے سبب بعض مرتبہ کوئی مبلغ نہیں رہتا لیکن جب موقع ہوتا ہے پھر رکھ لیا جاتا ہے غرض تبلیغ کا حضرت والا کو ہمیشہ اہتمام رہتا ہے بسا اوقات فرمایا کرتے ہیں کہ تمام تعلیم و تعلم کا اصل مقصد تبلیغ ہی ہے، حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا یہی فرض منصبی تھا۔

رسالہ حیات المسلمین خاص تبلیغ کے واسطے تصنیف فرمایا اور اس کی اشاعت کے بعد لوگوں میں تبلیغ کا احساس دیکھ کر ۱۳۴۵ھ میں ایک خاص صورت تبلیغ و اشاعت کی حضرت والا نے تجویز فرمائی جو بہت مفید اور نہایت سہل ہے اور اس کو آثار رحمت ۱۳۴۵ھ کے لقب سے چھپوا کر شائع فرمایا اور دوسری جگہ تو صرف اشتہارات مطبوعہ ہی روانہ کر دینے پر اکتفا فرمایا لیکن اس نواح کے لئے دائمی مبلغ کے علاوہ ایک سال تک دوسرے مبلغ کا تقرر بھی فرمایا۔ اس توجہ کی برکت سے یہاں کے نواح میں بہت نفع ہوا۔ اور سہارنپور میں بھی تبلیغ

کا کام بڑے پیمانہ پر جاری ہوگیا اور برابر چار سال تک جاری رہا مگر امسال بعض عوارض کی وجہ سے کارکن حضرات اب تک اس طرف توجہ نہ فرما سکے خدا کرے جلد از جلد اعذار رفع ہو کر خاص توجہ کی نوبت آجائے۔ آمین! (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ، 343)

شیخ کا قرب مفید بھی ہے اور مضر بھی

جو لوگ کسی شیخ کے خادم بن کر رہتے ہیں یا ان کو ان کا قرب حاصل ہوتا ہے ان کے لئے بعض دفعہ مشائخ کا قرب باعث آزمائش بھی ہوتا ہے اور اس سے اصل مقصود جو دین ہوتا ہے اس میں ضرر ہونے لگتا ہے اس لئے جو بھی کسی اہل اللہ یا شیخ کے پاس رہتے ہیں اپنی نیت کو درست رکھیں مکمل اخلاص اور بدون طمع کے ان سے فیض حاصل کریں ورنہ وقت بھی ضائع ہوگا ہدایت بھی نہیں ملے گی دیکھئے حکیم الامتؒ کیا فرماتے ہیں:

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے ایک خادم تھے جو عامی تھے مگر خادم خاص سمجھے جاتے تھے وہ مجھ سے فرمائشیں کیا کرتے تھے......

اور وہ بھی قیمتی قیمتی چیزوں کی اور گنگوہ ہی میں نہیں بلکہ یہاں تھانہ بھون آ آ کر بھی اور چونکہ محبوب کے کوچہ کا کتا بھی محبوب ہوتا ہے اس لئے ان فرمائشوں کو پورا بھی کرتا تھا۔ ویسے تہجد گزار ذاکر و شاغل نیک آدمی تھے مگر یہ مرض تھا اور یہ مرض پیدا ہوتا تھا قرب کی وجہ سے ایسے ہی ایک مقرب حاجی عابد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تھے۔ ایک شخص نے ملاقات کرنی چاہی تو اس سے کہا کہ ایک روپیہ دو تو ملاقات کرادوں گا اس شخص نے خود یہاں آکر مجھ سے بیان کیا کہ تمہارے یہاں اچھا قاعدہ ہے کہ کسی کی روک ٹوک نہیں ہر شخص سے

براہ راست معاملہ ہے بس انہی تجربوں کی بنا پر میں نے اپنے یہاں کسی کو مقرب یا دخیل نہیں بنا رکھا ہے۔اس میں بڑی سلامتی اور مصلحتیں ہیں۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ، 354)

فائدہ: آج بھی بہت سے لوگ بلکہ اہل علم حضرات بھی ایسے ہیں جو اہل اللہ کے قرب وصحبت یافتہ ہیں مگر ان کے پاس سوائے ڈینگیں مارنے کے اور کچھ بھی نہیں اس لئے کہ انہوں نے اکابر کے خوان نعمت یعنی ہدایا وتحائف ہی سے صرف رشتہ رکھا۔ مختلف محفلوں اور جلسوں میں نہایت افتخار واستکبار سے مشائخ کی صحبتوں اور مجلسوں کے واقعات کا ذکر کے خود کو نیک مقربان بارگاہ الٰہی اور بلند ترین لوگوں میں شامل کرنے کی ناپاک جسارت وجرات کرنے کے عادی ہیں اللہ ایسے بد دینوں اور بدنیتوں سے حفاظت فرمائے۔آمین!

وسوسہ ایک مجاہدہ ہے جس سے قرب بڑھتا ہے

حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت حکیم الامتؒ سے استفسار کیا کہ حضرت! بعض اوقات تو اپنے خیالات ووساوس کو بالکل کفریہ (خدا کرے کہ نہ ہوں) سمجھ کر سخت مایوسی اور یاس کے عالم میں ہوجاتا ہوں۔حضرت حکیم الامتؒ نے جواباً ارشاد فرمایا کفر کیا وہ تو معصیت بھی نہیں ذرا اندیشہ نہ کریں وسوسہ پر ذرا مواخذہ نہیں بلکہ اس میں ایک گونہ مجاہدہ ہے جس سے قرب بڑھتا ہے اور شیطان اس راز سے ناواقف ہے ورنہ کبھی وسوسہ نہ ڈالے۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ 360)

اللہ کا راستہ اس قدر آسان ہے کہ دس منٹ کے اندر سمجھ میں آسکتا ہے

فرمایا کہ اگر اعتماد ہو بتلانے والے پر اور فہم ہو تو اللہ کا راستہ اس قدر صاف اور آسان

ہے کہ دس منٹ کے اندر سمجھ میں آسکتا ہے، دیر اور مشقت جو کچھ ہے وہ عمل میں ہے اور وہ بھی رسوخ میں۔ اور جو مشقت عین عمل کے وقت ہوتی ہے مثلاً نیند کا غلبہ ہے اور نماز پڑھنی ہے تو اس وقت مشقت تو ہوتی ہے لیکن اگر اس کو برداشت کر لیا تو نماز پڑھ کر فوراً ایسی راحت میسر ہوتی ہے کہ سبحان اللہ ساری مشقت کا بدل ہو جاتا ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ 368)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ چودھویں صدی کے مجدد تھے

راقم السطور نے حضرت علیہ الرحمۃ کو چودھویں صدی کا مجدد اس لئے لکھا کہ درحقیقت یہ سارے جہاں پہ واضح ہو چکا ہے اور تصوف وسلوک کی تاریخیں اس سے بھری پڑی ہیں کہ خود حکیم الامتؒ کے ہم عصر علماء ربانیین نے آپ کو مجدد دوراں کہا ہے، علامہ سید سلیمان ندویؒ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ مولانا عبدالباری ندویؒ بڑے بڑے عباقرہ وقت اور علوم کے سمندروں اور پہاڑوں نے آپ کے مقام تجدید کا اپنی اپنی کتابوں میں نہایت اعتقاد وافتخار سے ذکر کیا ہے۔

اور جب ہمارے بڑوں نے ان کو بصمیم قلب اور سچے اعتقاد واعتماد کی روشنی میں مجدد لکھا اور کہا ہے تو پھر ہم چھوٹوں کے لئے سوائے تقلید کے اور کوئی راستہ نہیں، ذیل میں بھی ایک شاہد عدل کے مبارک الفاظ کو پڑھئے اور اپنے روحانی علم میں اضافے کا سامان کیجئے۔

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں: حضرت مولانا یحیٰی صاحب مرحوم نے (جو حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے خادم خاص اور مجاز تھے) ایک بار میرے ایک سوال پر کہ اس وقت مجدد ملۃ حاضرہ کون ہیں، فرمایا کہ میرا خیال تمہارے ماموں صاحب (یعنی حضرت

والا) کی طرف ہے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں۔ کیونکہ مجدد کے لئے شرط ہے کہ اس کا فیض صدی کے زیادہ حصہ کو محیط ہو، دوسرے تجدید کے لئے عوام وخواص سب کا اس سے بکثرت مستفید ہونا بھی شرط ہے چنانچہ مولانا کا فیض عوام وخواص سب کو محیط ہے اور امید ہے کہ وہ اس صدی کے زیادہ حصہ کو اپنے فیض سے پر کردیں گے (اوکما قال رحمہ اللہ وتغمدہ برحمتہ ورضوانہ) آگے حضرت خواجہ صاحب فائدہ کے تحت لکھتے ہیں: احقر مؤلف سوانح عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا محمد روشن خان صاحبؒ مرادآبادی خلیفہ مجاز حضرت مولانا گنگوہی قدسرہ العزیز نے بھی خود احقر کے سامنے اپنے مرض وفات میں حضرت والا سے نہایت جوش کے ساتھ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس صدی کا مجدد کیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے فیض سے عالم کو منور فرمائے اور رسوم بدعات کا قلع قمع کرے۔

اس جگہ ایک اہل علم کا قول سنا ہوا یاد آیا کہ الف اول کے مجدددین تو مختلف ممالک میں ہوتے رہتے ہیں لیکن الف ثانی سے ہندوستان ہی میں ہورہے ہیں۔ یہ انہوں نے ایک مدنی عالم کے اس قول پر فرمایا تھا کہ یہاں (یعنی مدینہ طیبہ میں) سارے ممالک کے مسلمان آتے ہیں لیکن جتنی دینداری ہندوستانی علماء اور عوام میں دیکھی جاتی ہے اور کہیں کہ مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ اس کی وجہ ان اہل علم نے وہ بتائی جو ابھی مذکور ہوئی سو واقعی الف ثانی کے پہلے مجدد تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے دوسرے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تیسرے حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اب چوتھے ہمارے حضرت والا حسب تصدیق بزرگان ہیں۔ فللہ الحمد۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ، 369)

حکیم الامت رحمہ اللہ کے مواعظ کو پڑھنا ضروری کیوں ہے

خواجہ صاحب رقمطراز ہیں.......

حضرت اقدس سیدی مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مولانا تھانویؒ کی نسبت وعظ کے وقت زیادہ پھیلتی ہے اس لئے امت کو مولانا کے وعظ سے جس قدر نفع ہوتا ہے کسی اور کے وعظ سے نہیں ہوتا، نیز فرماتے تھے کہ مولانا کے ہوتے ہوئے کسی کا وعظ کہنا منہ چڑانا ہے فقط ختم ہوئی تحریر مولانا ظفر احمد صاحبؒ کی۔ (اشرف السوانح، جلد/3، صفحہ، 370)

اگر کوئی گناہگار توبہ سے پہلے گناہ میں ڈھیل کا مطالبہ کرے تو کیا کریں

قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ادع الی سبیل ربك بالحكمة۔

اپنے رب کے راستہ کی دعوت حکمت سے دو۔

دعوت کی راہ میں کامیاب وہی ہوگا جو انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی حکمتوں کو اپنائے گا یہ حضرات اسلام وایمان اور عمل صالح سے وابستہ ہونے کے لئے کفار ومشرکین اور عاصی وخطا کاروں کے ساتھ رعایتیں برتتے تھے ہمیں بھی انہیں حضرات کی تقلید کرنی ہوگی جب جا کر ہماری دعوت وتبلیغ و برگ بار اور ثمر آور ہوگی، ذیل کے واقعات پڑھئے.......

حضرت خواجہ صاحبؒ اشرف السوانح، جلد ۳، صفحہ، ۴۰۴ پر لکھتے ہیں کاندھلہ کی مسجد میں ایک پہلوان نہانے کے لئے آیا اس کو نہانے کی حاجت تھی اور نماز پڑھنا

تھا۔ موذن نے برا بھلا کہنا شروع کیا یہ نالائق خبیث مسجد کو گندہ کرنے کے لئے آجاتے ہیں۔ نماز کے نہ روزے کے اور یہاں آکر ناپاکی اتارتے ہیں برتنوں کو ناپاک کرتے ہیں، مولانا شیخ محمد تھانویؒ بھی اس وقت موجود تھے۔ انہوں نے موذن کو ڈانٹا کہ تم کو کیا حق ہے روکنے کا، مسجد میں سب کا حق ہے مسجد کے برتنوں میں بھی سب کا حق ہے تمہیں کسی کو روکنے کا کیا حق ہے، بعد کو خود اس پہلوان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا لاؤ میں پانی بھر دوں وہ بڑا شرمندہ ہوا، بھلا وہ کیوں مانتا مگر مولانا اپنی طرف سے اس کے لئے پانی بھرنے کے لئے بھی تیار تھے، پھر فرمایا تم پہلوان ہو، پہلوانی کہاں سیکھی تمہارا کون استاد ہے، کہاں کہاں کشتیاں کیں، کہاں کہاں جیتے ،غرض اس کے مذاق کے موافق باتیں فرماتے رہے، جب اس کا دل کھل گیا تو پھر فرمایا کہ بھائی ہمیں تم سے محبت ہوگئی ہے کیسا بدن خوبصورت اور گٹھا ہوا ہے یہ معلوم کر کے تم نے بڑی بڑی کشتیاں ماری ہیں اور بھی محبت بڑھ گئی ہے، مگر آدمی کو چاہئے کہ شیطان کو پچھاڑے ،اب تم شیطان کو پچھاڑو، نماز پڑھا کرو غرض اس طرح باتیں کیں کہ اس نے توبہ کی اور اسی وقت سے پکا نمازی ہوگیا۔

دوسرا واقعہ

ایک بار مولانا ظفر نے اس سے بھی زیادہ کمال کیا۔ پکی گڈھی میں ایک بڑے زمیندار قادر بخش خاں تھے، بہت سے گاؤں کے زمیندار تھے مگر سب مہر میں جاتے رہے اور اب ان کے پوتے صرف آٹھ دس روپیہ ماہوار کے نوکر ہیں سمن پہچانے کے

کام پر ہیں اور وہ اتنے بڑے رئیس تھے اس زیادتی مہر کی بدولت ہمارے آس پاس کے پٹھان تباہ ہوئے ہیں، ورنہ پہلے بہت بڑے بڑے رئیس تھے، میں نے تو اپنے بھانجوں کا گیارہ سو مہر مقرر کرایا، یہ حساب سے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی برابر ہوتا ہے کچھ کسر کا فرق ہے اس کا دینا بھی آسان اور اگر عورت معاف کردے تو دل بھی نہ دکھے۔

عرض قادر بخش خاں اس شان کے رئیس تھے کہ ڈاڑھی بھی چڑھانا بانکے ترچھے رہنا آن بان سے رہنا ان کا شعار تھا۔ نماز نہ پڑھتے تھے مولانا مظفر حسین صاحب جب گڈھی تشریف لے گئے لوگوں نے کہا ہم تو جانیں جب قادر بخش سے نماز پڑھوادیں فرمایا اچھا بھائی جاتا ہوں اور اللہ پر توکل کر کے پہنچے انہوں نے بہت تعظیم وتکریم کی، فرمایا زیادہ نہیں ٹھہروں گا اور بلا کسی تمہید کے فرمایا کہ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں ایک بات پوچھوں انہوں عرض کیا حضرت ضرور۔ فرمایا آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے ۔عرض کیا حضرت سچ کہہ دوں، بات یہ ہے کہ میرا بھی جی تو چاہتا ہے کہ نماز پڑھوں لیکن مجھے ڈاڑھی چڑھانے کا شوق ہے اور وضو کرنے میں وہ اتارنا پڑتی ہے، پھر گھنٹوں میں چڑھتا ہے اب تو بس صبح کو چڑھالی اور پھر شام تک کے لئے فارغ اگر نماز پڑھوں تو دن میں پانچ وقت چڑھائی بڑے بڑی دقت کرنا پڑے اور بڑا وقت صرف ہو، مولانا نے فرمایا اور اگر بلا وضو نماز پڑھنے کی اجازت مل جائے ۔عرض کیا اجی پھر کیا زحمت ہے لیکن سنا ہے بلا وضو نماز پڑھنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے، فرمایا میاں کفر ایسا ستا تھوڑا ہی ہے، اس کو میں جانوں، میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ بلا وضو ہی نماز پڑھ لیا کرو

مگر بھائی شرط یہ ہے کہ مسجد میں پڑھو اور جماعت کے ساتھ پڑھو، پرانے لوگ ہوتے تھے آن کے پختہ اور وعدہ کے سچے، اب تو متقی بھی ایسے نہیں، بس مولانا تو چل دئے پھونک مار کر اور یہاں آگ سلگنی شروع ہوگئی، خبر نہیں کہ کوئی نماز بے وضو پڑھی یا نہیں، غرض پڑھنے کے بعد یا پہلے خاں صاحب کو خود بخود خیال پیدا ہوا کہ اجی چاہے کفر نہ ہو (کیونکہ کفر جب ہے جب استخفاف سے ہو اور یہاں اس کا احتمال ہی نہ تھا، البتہ معصیت ضرور ہے وہ بھی جب کہ نماز کی نیت ہو ورنہ محض تشبہ بالصلوۃ معصیت بھی نہ ہوئی اور ممکن ہے کہ ایسا شخص غایت خوش فہمی سے صرف نماز کی نقل ہی کرتا اور اگر نماز ہی کے قصد سے پڑھتا تو یہ امر اجتہادی ہے مشابہ تداوی بالحرام کے کہ ایک مصلح کی رائے میں گنجائش ہوسکتی ہے گو احقر کو اس میں کلام ہے مگر کسی مصلح پر اعتراض میں مبادرت نہ چاہئے بہر حال ان کو خیال ہوا کہ گو یہ کفر نہ ہو لیکن بے وضو بھلا نماز کیسے ہوگی، یہ مولانا کی رحمت وشفقت تھی کہ میری دقت کو سن کر اجازت دے دی، مجھے راہ پر لگانا مقصود تھا، ورنہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ بلا وضو نماز نہیں ہوتی اتنا تو جاہل میں بھی نہیں جو ایسا کھلا مسئلہ بھی نہ معلوم ہو۔ مگر اب کیا کرتے سوچا کہ مولانا سے تو وعدہ کرلیا ہے اب تو یہ ہو نہیں سکتا کہ نہ پڑھوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ بے وضو نماز ہوتی نہیں، لہذا وضو کرنا چاہئے اور نماز پڑھنی چاہئے چنانچہ وضو کر کے پھر ڈاڑھی چڑھالی اور نماز پڑھی، اسی طرح دو تین دن کیا، پھر سوچے کہ میاں یہ تو بڑا جھگڑا ہے بس ڈاڑھی کو چھوڑ دو، چنانچہ چھوڑ دیا بس ہوگئے نمازی اور ڈاڑھی چڑھانا بھی چھوڑ دیا۔

ان واقعات کے ذکر کرنے کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں: بزرگوں کی

باتوں کو کوئی کیا جانے، وہ اجازت نہیں تھی راہ پر لگائے گئے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے اپنے نور باطن سے کہ اس کی نوبت نہ آئے گی مصلح کو تدبیر اور تربیت اصلاح کا حق ہے، اگر ایسا نہ کرتے تو راہ پر لانا مشکل تھا خود حضور کی خدمت میں بنی ثقیف کا ایک وفد آیا اور عرض کیا کہ ہم لوگ اسلام لانے کے لئے تیار ہیں مگر دو شرطیں ہیں ایک تو ہم زکوۃ نہیں دینگے اور دوسرے جہاد میں شریک نہیں ہوں گے فرمایا منظور۔ دیکھئے ایسی شرطیں بھی قبول کرلیں جو خلاف اسلام تھیں، اب دیکھئے یہ تو خود حضور کا فعل ہے، کسی عالم کا فعل نہیں، عالم پر تو اعتراض بھی ہوسکتا ہے لیکن حضور پر کون اعتراض کرسکتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا حضور یہ کیسا اسلام ہے کہ نہ جہاد نہ زکوۃ۔

فرمایا بھائی اسلام میں آنے دو پھر سب کچھ کریں گے۔ زکوۃ بھی دیں گے، جہاد بھی کریں گے، ایمان کی برکت سے ایک نور قلب میں پیدا ہوگا جس سے سب اعمال واجبہ کی توفیق ہوجائیگی، تو دیکھئے حضور نے اس وقت سختی نہ فرمائی۔

اور لیجئے۔ ایک بی بی کو حضور نے توجہ سے توبہ کرائی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک نوحہ میرے اوپر قرض چڑھا ہوا ہے اسے اتارنے کی اجازت دے دیجئے پھر توبہ کرلوں گی، اور پھر کسی پر نوحہ نہ کروں گی، کوئی عورت ان کے کسی عزیز کے مرنے پر آکر روئی ہوگی۔ اس کے بدلہ میں رونے کی اجازت چاہی، حضرت نے اجازت مرحمت فرمادی لیکن جب وہ اٹھ کر چلی گئیں تو راستہ ہی سے لوٹ آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اس سے بھی توبہ کرتی ہوں، دیکھئے حضور نے تو ایک نوحہ کی مصلحۃً اجازت دے دی لیکن اجازت کی برکت یہ ہوئی کہ خود اس کے دل میں

اس فعل سے نفرت پیدا ہوگئی اور باوجود اجازت کے بھی دل نہ چاہا کہ ایک بار بھی اس معصیت کا ارتکاب کرے، تو اگر حضور کے غلاموں کو بھی اجازت پر عمل نہ کرنے کا گمان غالب ہو اور اس بنا پر اجازت دے دیں تو ان پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں وہ اجازت نہ ہوگی بلکہ وہ محض لفظ ہی لفظ ہوں گے اس پر اعتراض ہی کیا۔

واقعی کاملین کی حالت کو پہچاننا بڑا مشکل ہے اسی لئے مولانا فرماتے ہیں ؎

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

کوئی کچا آدمی پختہ کے حال کو نہیں پا سکتا لہذا بات مختصر ہوگی والسلام علیکم مولانا رومی نے کئی جگہ اس مضمون کو فرمایا:

گر خضر در بحر کشتی را شکست
صد درستی در شکست خضر ہست

اگر خضر علیہ السلام نے دریا میں کشتی کو توڑ دیا تو حضرت خضر کے توڑنے میں سو درستی ہے۔

صبر کن در کار خضر اے بے نفاق
تا نہ گوید خضر رو ہذا فراق

اے مخلص حضرت خضر کے کام میں صبر کرتا کہ حضرت خضر یہ نہ کہیں کہ تم جاؤ یہ جدائی کا وقت ہے۔ (اشرف السوانح، جلد 3، صفحہ 407)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دعوت کے جو طریقے انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے اعمال و اقوال سے پیش کئے گئے ہیں یہ بھی اسی وقت ہے جب اصلاح غالب ہو اور یہ واقعات اتفاقی ہوتے ہیں دائمی نہیں اس لئے ہمیشہ ان کی گنجائش نہیں رہے گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اشرف علی صاحب کو میرا اسلام کہنا

ڈھاکہ (مشرقی بنگال) میں ایک بزرگ جو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے شناسا نہیں تھے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرماتے ہیں: (اشرف علی صاحب کو میرا سلام پہنچانا) ان بزرگ نے عرض کی حضور میں تو ان سے واقف نہیں، ارشاد ہوا ظفر احمد کے ذریعہ، (یہ بزرگ مولانا ظفر احمد عثمانی مدظلہ العالی کے حقیقی بھانجے ہیں اور ڈھاکہ میں مقیم تھے ان سے واقف تھے) چنانچہ صبح کو ان بزرگ نے مولانا ظفر احمد صاحب سے واقعہ کا اظہار کیا اور مولانائے موصوف نے اس کی اطلاع حکیم الامت ؒ کی خدمت میں کردی، جب حکیم الامت ؒ تک یہ مژدہ پہنچا ہے تو آپ پر ایک کیفیت طاری ہوگئی اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ وعلیکم السلام یا نبی اللہ اور اس کے بعد فرمایا کہ آج تو دن بھر صرف درود شریف ہی پڑھوں گا اور باقی سب کام بند!

اس سے حکیم الامت ؒ کی شان عالی اور عند اللہ آپ کی مقبولیت ومحبوبیت عیاں ہے۔ (حیات اشرف)

حضرت حکیم الامت کو درجہ شہادت بھی عطا ہوا

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص جناب غلام محمد صاحب حیات اشرف صفحہ ۸۱۔ ۸۲ پر رقمطراز ہیں: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد انہی کے ایک مجاز نے خواب میں دیکھا کہ شیخ فرما رہے ہیں کہ مجھ کو مرتبہ شہادت ملا، یوں تو بیسیوں بشارتیں ہیں جو اہل اخلاص کو عالم رؤیا میں سنائی گئیں لیکن ان سب میں سے ایک کو یہاں نقل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مرتبہ شہادت کی بشارت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول سے عین قرین عقل معلوم ہوتی ہے اور حضرت تھانویؒ کے عمل سے اس کی توثیق ہوتی ہے، شاہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں جہاں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل کمال کے تفاوت درجات کی بحث کی ہے وہاں تحریر فرماتے ہیں کہ (شہید) وہ لوگ ہیں جو انسانوں کی رہبری کے لئے معین ہوتے ہیں، نیک امور کی ہدایت کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے اسلام کو غالب کرتے رہتے ہیں جب روز قیامت ہوگا تو یہی کافروں سے خصومت کرنے کے لئے مستعد ہوں گے اور ان کے کفر کی شہادت دینگے یہ لوگ پیغمبر کی بعثت میں بمنزلہ اعضاء کے ہوا کرتے ہیں تا کہ جو بعثت سے مقصود ہو وہ ان کے ذریعہ سے تکمیل کو پہنچ جائے اسی لئے ان کو اوروں سے افضل جاننا اور ان کی عزت و توقیر کرنا واجب ہے۔

وہ دن ماتم کا ہوگا جس دن تم یہ سمجھو گے کہ مجھے ویسی محبت اللہ سے ہوگئی جیسی وہ چاہتے ہیں

ایک مجاز بیعت نے لکھا کہ جیسی محبت حق تعالیٰ کی چاہیئے ویسی نہیں معلوم ہوتی، ارشاد فرمایا کہ: وہ دن ماتم کا ہوگا جب یہ تم سمجھو گے کہ جیسی محبت ہونی چاہیئے تھی ویسی ہوگئی کیونکہ اس درگاہ میں تو انبیاء علیہم السلام بھی یہی فیصلہ کرتے چلے آئے ہیں کہ جیسی محبت چاہیئے تھی ویسی نہیں ہے۔ (اشرف السوانح، جلد/4، صفحہ، 31)

جنات کہاں دفن ہوتے ہیں

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرادآباد میں ایک مرتبہ مولانا انور

شاہ صاحب نے ایک عجیب روایت بیان کی تھی جبکہ کسی نے ان سے سوال کیا کہ جنات بھی زمین میں انسان کی طرح دفن کئے جاتے ہیں، فرمایا نہیں بلکہ وہ ہوا میں دفن ہوتے ہیں پھر فرمایا کہ عقلاً کچھ مستبعد نہیں کیونکہ اصل دفن کی یہ ہے کہ جس جوہر سے وہ جسم بنا ہے مرنے کے بعد اسی میں اس کو پہنچا دیا جائے، انسان پر مٹی کا عنصر غالب ہے اس کو مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جنات میں کچھ بعید نہیں کہ نار یا ہوا کا عنصر غالب ہو اور اسی مرکز میں ان کو بعد الموت پہنچایا جاتا ہو۔ (اشرف السوانح، جلد/4، صفحہ، 159)

حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا خود کو مٹانے کی مثال

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا: کہ حضرت اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب جب جہاد کو نکلے ہیں تو اپنے آپ کو ایسا مٹا کر نکلے ہیں کہ کھانے کے لئے برتن ساتھ نہ ہوتے تھے مسجد کے فرش کو کسی کنارہ سے دھو کر اس پر ترکاری رکھ کر کھانا کھاتے تھے اور فارغ ہو کر پھر دھوتے تھے حالانکہ لشکر میں بڑے بڑے امراء اور شہزادے بھی تھے، فرمایا کہ: حضرت سید صاحبؒ کو جہاد میں ناکامی اسی وجہ سے ہوئی کہ جن لوگوں پر اعتماد کیا وہ قابل اعتماد نہ تھے، شدت کے وقت ساتھ نہ دیا۔ (اشرف السوانح، جلد/4، صفحہ، 160)

انسان کو چاہئے کہ جس قدر انتظام اپنی قدرت میں ہو اس کو پورا کرلیا جائے پھر اس فکر میں نہ رہے کہ اس کے موافق کون ہوا کون نہیں خواہ بیوی ہی کیوں نہ ہو

حضرت حکیم الامتؒ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ اپنے دل میں آپ حساب لگا لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ساری دنیا ان کے موافق چلے جب وہ پورا نہیں ہوتا تو مصیبت میں

پڑتے ہیں ،شریعت مقدسہ نے ہر چیز میں عجیب تعدیل فرمائی ہے جس میں کسی وقت پریشان نہیں ہوسکتی۔

دیکھئے ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ: **ان امراتی لاترد یدلا مس** ۔یعنی میری بیوی کسی چھونے چھیڑنے والے کو روکتی نہیں ،آنحضرت علیہ صلی اللہ نے فرمایا طلقہا یعنی اس کو طلاق دے دو،صحابی نے عرض کیا کہ مجھے اس سے محبت ہے (یعنی طلاق دے دوں گا تو پریشانی ہوگی اور ممکن ہے کہ پھر اس کے ساتھ گناہ میں مبتلا ہو جاؤں)فرمایا امسکھا پہلا حکم یعنی ترک تعلق اصل اور مقتضی غیرت کا تھا اور جب اس کا تحمل دشوار معلوم ہوا تو اس کی بھی اجازت دے دی کہ اس حال میں بھی اس کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتے ہو۔مطلب یہ تھا کہ اس کی حفاظت وصیانت میں کوشش کی جائے ،پھر بھی اگر وہ کچھ گڑ بڑ کرے تو تم بری ہو وہ خود اپنے کئے کو بھگتے گی ،**لا تزروازرۃ وزر اخری**۔انسان کو چاہئے کہ جس قدر انتظام اپنی قدرت میں ہو اس کو پورا کر لیا جاوے پھر اس فکر میں نہ رہے کہ جو کچھ ہم نے حساب لگا رکھا ہے سب اس کے موافق ہو جاویں۔(اشرف السوانح،جلد/4،صفحہ،161)

حضرت حکیم الامت کی شان میں

شرک و بدعات کے معالجات میں　　آپ شیخ الرئیس تھے ثانی

آپ سب کا علاج کرتے تھے　　جتنی بیماریاں ہیں نفسانی

عمر بھر راہ شریعت پر قدم ان کا رہا　　ہر گھڑی اسم طریقت گود میں ان کی پلی

تھا عمل ان کا حدیث پاک پر قرآن پر　　ملحدوں کی ان کے آگے بات کب کوئی چلی

ان کی محفل میں رہا روشن شریعت کا چراغ　　بزم میں ان کی شمع ہر دم طریقت کی جلی

آپ نے احکام قرآنی کی وہ تبلیغ کی　　جس سے قلب اہل بدعت میں رہی اک کھلبلی

اے حکیم الامتؒ!

ہوئے ہیں تجھ سے اے شمع ہدایت لاکھوں دل روشن

شب ظلمت ہے پھر بھی ان چراغوں سے چراغان ہے

زمانہ معترف ہے تیرے علم وفضل وعرفاں کا

موافق تو موافق ہیں مخالف بھی ثناخواں ہے

تصوف کے سبھی مشکل مسائل حل کئے ایسے

کہ جس سے ساری دنیائے طریقت آج حیراں ہے

بنا رکھا تھا لوگوں نے جس کو مشکل سے بھی مشکل

وہی راہ طریقت آج آسان سے بھی آسان ہے

جو منزل تھی ہزاروں کوس وہ زیر قدم کر دی

ارے او رہبر کامل ترا یہ خاص احساں ہے

حکیم الامتؒ مرحوم تیرا ایک ایک نسخہ ابد تک کے لئے کافی برائے درد عصیاں ہے

حکیم الامتؒ خیر البشر فرما گئے رحلت

وہ جن کے ہاتھ میں ہر ایک علاج درد عصیاں تھا

ہزاروں تیرے خادم آج مخدوم خلائق ہیں

تو مخدوموں کا بھی مخدوم ہے اے مخدوم دوراں تھا

تیرے نقش قدم پر جو چلا اللہ تک پہنچا

تو بیشک رہبر راہ ہدیٰ واصل بہ سبحاں تھا

شفا کا دینے والا تو وہی ہے شافی مطلق

مگر ہاتھ میں تیرے علاج درد عصیاں تھا

عمل میں جب سے تیرا نسخہ امراض عصیاں تھا

نہ تھی گو صحبت کامل مگر صحبت کا عنوان تھا

سراپا تابع سنت تھا تو عامل بہ قرآں تھا

مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں تو جیسا مسلمان تھا

زمانہ بھر کے عاقل تیرے آگے ہوتے تھے ساکت

تسلی وہ تیری تقریر کا تسکین بخش عنوان تھا

کتاب زندگی کا ہر ورق تصویر سنت ہے

تیری ہر نقل و حرکت نقشہ تدبیر سنت ہے

حضرت حکیم الامتؒ کا مقام

خواجہ صاحب فرماتے ہیں میں تو واللہ حضرت کے الفاظ و معانی اور قادر الکلامی کو دیکھ کر اور سن سن کر عش عش کرنے لگتا ہوں کہ حضرت والا کی ہر تحریر و تقریر حق

وزائد سے بالکل خالی اور بس مغز بھی مغز ہوئی ہے۔ملفوظات قلمبند کرنے میں ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ جہاں وہ ذہن سے نکل گئے پھر لاکھ زور مارو وہ بات ہی پیدا نہیں ہوئی۔میں تو سمجھتا ہوں کہ حضرت والا کے معانی تو الہامی ہوتے ہی ہیں الفاظ بھی اکثر الہامی ہی ہوتے ہیں جس پر اپنا ایک شعر یاد آتی ہے۔

یہ معانی یہ حقائق یہ روانی یہ اثر

شاعری تیری ہے اے مجذوب یا الہام ہے

چنانچہ حضرت والا کے چھوٹے بھائی مرحوم ومغفور جو بہت قابل انگریزی داں اور نہایت ذکی وفہیم تھے حضرت والا کے وعظوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میں تو بیٹھا ہوا اس پر حیرت کرتا ہوں کہ ادائے مطلب کے لئے ایسے الفاظ کہاں سے مل جاتے ہیں۔(اشرف السوانح،جلد/3،صفحہ،373)

تمت بالخیر

تمہارے ہاتھ میں جب دین خالص کا علم ہوگا
جبھی پرچم کے نیچے پھر عرب ہوگا عجم ہوگا

تم اپنے کو سپرد حق بصدق دل اگر کردو
تو ہو جائے مسخر جس کسی پر تم نظر کردو

مسلمانو! اٹھو بہر عمل تیار ہو جاؤ
نہیں یہ وقت غفلت کا بس اب بیدار ہو جاؤ

(خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

{مؤلف کا تعارف}

نام : محمد علاء الدین قاسمی ابن الحاج حافظ حبیب اللہ صاحب

ولادت و پیدائش : مقام و پوسٹ: جھگڑوا، تھانہ جمال پور، وایا گھنشیام پور، ضلع دربھنگہ بہار (انڈیا) 847427

ابتدائی تعلیم : ناظرہ، وحفظ، وقرأت قرآن شریف: مدرسہ عربیہ حسینیہ چلہ امروہہ ضلع مرادآباد یوپی۔

عربی اول : جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد (یوپی)

عربی دوم، سوم : مدرسہ جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ (یوپی)

اعلیٰ تعلیم : عربی چہارم تا دورۂ حدیث دار العلوم دیوبند

فراغت : ۱۹۹۱ء

بعد فراغت مصروفیات...

درس وتدریس : درجہ سوم تا ہفتم: مدرسہ حسینیہ شریوردھن کوکن مہاراشٹر

حرمین شریفین کی زیارت اور عملی سرگرمیاں: فریضۂ امامت اور جدہ اردو نیوز کے لئے کالم نگاری

موجودہ مصروفیات : خانقاہ اشرفیہ پالی کی ذمہ داری اور تصنیف و تالیف کے مشاغل۔

مؤلف کی مشہور کتابیں

۱۔ رمضان المبارک سے محرم الحرام تک۔
۲۔ اپنے عقائد کا جائزہ لیجئے۔
۳۔ نکاح اور طلاق۔
۴۔ حج گائیڈ۔
۵۔ چالیس حدیثیں۔
۶۔ جادو ٹونا، اور کہانت کا حکم۔
۷۔ دس عظیم صحابہ کرام ؓ کے ایمان افروز واقعات۔
۸۔ وعظ وادب کا خزانہ۔
۹۔ عظمت قرآن۔
۱۰۔ مسائل حاضرہ۔
۱۱۔ قربانی کے ضروری مسائل۔
۱۲۔ اصلاح کا تیر بہدف نسخہ ۔
۱۳۔ چراغ اصلاح۔
۱۴۔ تکبر ایک وبال ہے۔
۱۵۔ تنقید ایک بُری عادت ہے۔
۱۶۔ جنت کے حسین محلات اور لذیذ و نفیس نعمتیں۔
۱۷۔ تراویح کا پیسہ لینا جائز نہیں۔

۱۸۔رمضان المبارک کو نفع بخش اور مقبول بنانے کے صحیح طریقے۔

۱۹۔قیامت کی آخری علامتیں۔

۲۰۔تصوف کی اہمیت وضرورت۔

۲۱۔غیبت ایک گندہ عمل ہے۔

۲۲۔اصلاح کے قیمتی موتی۔

۲۳۔اصلاح کے اہم نسخے۔